مطبوعہ دِلّی پرنٹنگ ورکس دہلی

المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام

گفتگو میں خوش مذاقی ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مُردہ دِل خاک جیا کرتے ہیں

لطائفِ عجیبہ

حصہ اوّل

جس میں ایسے عجیب و غریب، نادر و برجستہ و دل خوش کن، پرلطف خوش مذاق اور پھڑکتے ہوئے لطائف و ظرائف جمع کیے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے دل باغ باغ اور پُر سرور مسرت سے باچھیں کھل جائیں، خاطرِ ناشاد شاد اور غم غلط ہو جائے

مُرتبہ

خاکسار بشیر الدین احمد تعلقہ دار

حسب فرمایش مولوی منذر احمد صاحب بی اے خلف الصدق مصنف

۱۳۴۳ھ
۱۹۲۵ء

قیمت ۸، خرچہ وی پی (۵)

مرتبہ اوّل ایک ہزار

بصرف ٹائیٹل دروائی آرٹ لیتھو پریس دہلی میں طبع ہوا

دیباچہ
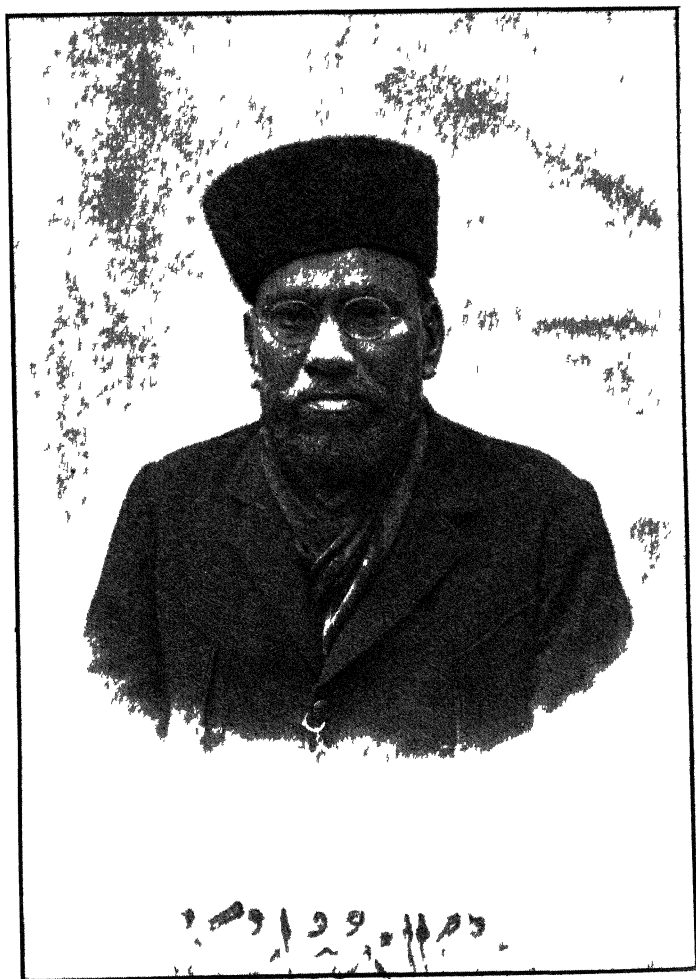
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است | ولے داند دریں معنی کہ گوش است
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست | (حمد) کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

عروج کس کو ملا ختم مرسلیں کی طرح | (نعت) ترے قدم ہو نہ کیوں عرش حق زمیں کی طرح
بڑھائے کون عمل ختم مرسلیں کی طرح | کہ نام خاتم دنیا پہ ہے نگیں کی طرح
عبث ہوا ہے نہیں خم آسماں بعد حشر | جھکا کہ پائے نبی چوم لوں میں کی طرح

(وحید)

※

عرض حال

وہ نمک خوانِ[1] تکلّم ہے فصاحت میری | ناطقے بند ہیں سُن سُن کے بلاغت میری
رنگ اُڑتے ہیں وہ رنگیں ہے عبارت میری | شور جس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری

دم خفا ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

[1] یہ صرف شاعرانہ تعلّی ہے جس کے لیئے میں خواہان معافی ہوں ۱۲

نگارستانِ چین دانم نخواہد شد سرایت لیک
بہ نوکِ کلکِ رنگ آمیز نقشے می نگارآخر

کتابوں کی جو مانگ اور قدر اس زمانے میں ہے وہ مخفی نہیں، لیکن نہ ناچنے والے کا پاؤں رکتا ہے نہ گویئے کی زبان۔ اس میں ایک کڑی اور جوڑ دیتے۔ نہ لکھنے والے کا قلم۔ ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن ✲ دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

مگر میرے خیال میں ؎ ہے یہ موقعہ سخن سرائی کا ✲ وقت ہے طبع آزمائی کا

خموشی سے بہتر ہے کہ جو دل میں ہے وہ زبان پہ آجائے ؎

(۱) خموش ہوکے بھی گویا کہ ہم خموش نہیں بہ دل بغل میں ہے موجود گفتگو کے لئے

(۲) پکارتی ہے خموشی مری فغاں کی طرح نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل عیاں کی طرح

دُنیا کے سارے مشاغل سے بہتر و برتر و دل خوش کن اور غم غلط کرنے والا مشغلہ اگر کوئی ہے تو کُتب بینی ہے۔ یہ خوبی اور نُدرت مطالعۂ کُتب ہی میں ہے کہ گھر بیٹھے ساری دنیا کی سیر کر لو۔ بڑے سے بڑے مصنف سے ہم کلام ہو جاؤ۔ کتاب ہی ایک ایسا سچا دوست ہے جو رفاقت سے مُنہ نہیں موڑتا اور اپنے گرویدہ و شائق کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ جس کو اس کا چسکا پڑ جاتا ہے وہ آنکھ اُٹھا کر بھی دنیا کی مزخرفات کی طرف نہیں دیکھتا۔ ہماری زندگی بہت مختصر ہے۔ اِدھر آئے اُدھر چلے، دس بارہ برس سیکھنے کا

زمانہ ناسمجھی کا زمانہ ہے۔ پھر جوانی دیوانی رہا بڑھاپا اُس وقت میں قوی خود مضمحل ہو جاتے ہیں وہ حصہ اس مختصر زندگی کا بدترین حصہ ہے جو ہوا نہ ہوا برابر۔ پس پندرہ بیس برس جو مل جائیں وہی غنیمت جانو اور اُسے ہنسی خوشی جس نے گزار دیا جانو کہ وہ دنیا کی بہار سے متمتع ہوا ورنہ ؎

دل جوانی میں دبا رنج نہ کر پیری میں ٭ برسوں کے مردے کو روتے نہیں رونے والے

دنیا میں اگر ہر وقت متفکر و ملول و آزردہ خاطر رہنا اس نپی تلی زندگی کو بھی خارزار بنا دیتا ہے۔ ہر وقت دنیا کا شاکی رہنا شانِ عبودیت کے خلاف ہے۔ رضا اور تسلیم کی خو پیدا کرنا چاہیئے۔ محض زبان سے **اللہ تیرا شکر** کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ زبان پر کچھ ہو دل میں کچھ ایسا شکر داخلِ ناشکری ہے۔ انسان اگر یہ سمجھ لے کہ جو کچھ ہوتا ہے موافق یا ناموافق خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور نیز یہ کہ انسان فاعل مختار نہیں بلکہ دست و پا شکستہ اور ناچار ہے تو اُس کو اس تصور سے بڑی تسلی و تشفی ہوتی ہے کہ ع ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔

ہاں تو ہم اصل مطلب سے دور جا پڑا۔ کتابیں بالعموم دو قسم کی ہوتی ہیں ایک علمی اور کسی خاص فن کی۔ ایسی کتابوں میں مسائل دقیق ہوتے ہیں عبارت بھی اُسی مناسبت سے بلیغ، مضامین و خیالات بھی ارفع و اعلیٰ یعنی نیز ان کے سمجھنے، مطلب کی تہ تک پہنچنے، مطالب کو ذہن نشین

اور مستحفظ کرے اور اُن پر کما حقہٗ قدرت و عبور حاصل کرنے کے لیئے محنت، یکسوئیِ طبع۔ توجہِ کامل اور بڑے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہی اور جب صورتِ حال یہ ہی تو لامحالہ دماغ پر زور ڈالنا لازم و متحتّم ہی لیکن ایسا گہرا مطالعہ مسلسل جاری رکھنا طبیعت پر ضرور بار ہوتا ہی جس سے قوائے مُدرکہ مضمحل اور دل اُچاٹ ہوجاتا ہی۔ دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جو محض تفریح و تفنّنِ طبع کے لیئے لکھی گئی ہیں۔ مسائلِ ادق و مباحثِ و مصطلحاتِ علمی سے مبّرا۔ آورد اور تصنّع سے معّرا۔ اُن میں جو کچھ ہی وہ وہی ہی جو شبانہ روز ہم اپنی زندگی میں اپنے ارد گرد مشاہدہ کرتے ہیں ان کے مضامین درحقیقت آمد ہیں جن کی سلاست اور روانی سے خاطر مضمحل اور ملول نہیں ہوتی بلکہ اور بحال اور شگفتہ ہوتی ہی جب دل اُچاٹ ہوجاتا ہی تو ایسی ہی کتابیں ہمارے لیئے باعثِ تفریح ہوتی ہیں جن کو پڑھ کر طبیعت میں تازگی اور مزاج میں جولانی اور اُمنگ پیدا ہوتی ہی اور آدمی تازہ دم ہوجاتا ہی۔ ؎

دل نے تو اس تماش کا پروردگار دے ※ جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

تبدیلِ ذائقہ کے لیئے یہ کھانے کے ساتھ چٹنی کا مزہ دیتی ہیں۔ پڑھنے والا ہونٹ چاٹتے کا چاٹتا رہ جاتا ہی اور سیری نہیں ہوتی کتاب

ہاتھ میں لینے کے بعد ختم کیئے بغیر چھوٹ نہیں سکتی۔ میرا مطلب یہ نہیں ہی کہ ہم علمی کتابوں پر دوسری قسم کے لٹریچر کو ترجیح دیں۔ حاشا وکلّا، لیکن غرض یہ ہی کہ محنت شاقّہ کے بعد طبیعت کو آرام دینے کے لیئے کچھ مہلت کی ضرورت ہی ورنہ ؎

مے سے غرض نشاط ہی کس روسیاہ کو (غالب) اک گونہ بےخودی مجھے ہر آن چاہیئے

یہ کتاب قسم دوم کی ہی۔ اس میں عمدہ عمدہ برجستہ باموقع اور پُر لطف لطائف ہیں جن کو شائقین ذوق وشوق اور دلی رغبت سے پڑھیں گے۔ انسان کو جب دلجمعی اور فارغ البالی ہوتی ہی یعنی یہ کہ پیٹ میں روٹیاں پڑتی ہیں تو اُسے دور کی سوجھتی ہی اور ایسے لطائف جب ہی دل ودماغ سے نکلتے ہیں یا یوں کہیئے کہ طبیعت پر ان کا القا ہوتا ہی ورنہ "ننگی نہائے گی کیا اور نچوڑے گی کیا؟" ؎

جیتے ہو تو کچھ کیجیئے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جیئے تو کیا خاک جیئے

اب نہ **اکبر** جیسے بادشاہ کا دور دورہ ہی۔ **نورتنِ اکبری** میں سے **بیربل اور ملّا دو پیازہ** جیسے ذکی الطبع بذلہ سنج ہم نشین ورہم جلیس ہیں ؎

گر خاکِ جہاں جملہ بغربال بہبیزند حقّا کہ نہ یابند نشان وا ثر من

اب نہ اگلا سا وہ فراغ و اطمینان ہی نہ وہ سمے ہیں نہ وہ ارزانی نہ وہ برکت و افرازانی، تو پھر لطیفے سوجھیں کیسے؟ اب وہ بیل وہار

ہی نہیں عرض یہ کہ وہ بہار ہی نہیں ہے ؎

کیا دن تھے کیا بہار تھی اب کچھ نہ پوچھیے یاد بخیر ہائے زمانہ بہار کا

قفس میں برگِ گل رکھنے سے ای صیاد کیا حاصل

دلانا پھر اسیروں کو چمن کی یاد کیا حاصل

یہاں پیٹ کے دھندے ہی سے فرصت نہیں اور یہ کھیل ٹھیرے

پیٹ بھروں کے۔ ؎

فکرِ معاش عشقِ بتاں یادِ رفتگاں دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

یہی وجہ ہی کہ تازہ لطائف کی باغ بہاری خشک ہو گئی اور اگر دس پانچ

ملے بھی تو پھیکے سیٹھے جن میں وہ لطف نہیں جو لطیفوں کی جان ہی۔ بعض

صاحبوں نے انگریزی کو بہ ضرورتِ وقتی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہی ان کا

غلو یہاں تک پوہنچا ہی کہ ہندوستانیوں کی کوئی آن پسند نہیں

طرزِ یورپ پر مرے مٹے ہیں ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم ہو گئے خاک انتہا یہ ہی

غضب کیا کہ اُن کے لطائف کو بجنسہ ترجمہ کر دیا۔ مگر یہ نہ سوچے کہ ہمارے

خیالات سے تال میل بھی کھاتا ہی یا نہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" ؎

جوتے میں ہی لگائی کرن آفتاب کی جو بات کی قسم بخدا لاجواب کی

مگر میں تو یہی کہوں گا۔ کہ ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است　　رفتن بہ پائمردیِ ہمسایہ در بہشت

ہم اپنی گدڑی ہی میں مگن ہیں۔ قطع نظر اس کے "ہمارے ملک و ہمارے سمے" ان کا مذاق اوٗر ہمارا اوٗر وشتّان بینہما[1]۔ ؎

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں حائل　　کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

خلاصہ یہ کہ انگریزی لطیفے ہمارے مذاق کے موافق نہیں الّا ما شاء اللہ اس لیے میں نے کثرت سے اپنے ہاں ہی کے لطیفے لکھے ہیں۔ ؎

کہن جامۂ خویش آراستن　　بہ از جامۂ عاریت خواستن

ان لطیفوں میں جو میں نے بڑی کوشش اور تلاش سے مختلف کتب رسالوں، اخباروں اور کچھ سینہ بسینہ ذرائع سے فراہم کیے ہیں بہت سے آپ نے سنے ہوں گے مگر اُن کے دوبارہ سننے میں بھی قندِ مکرر کا لطف تازہ و سرور بے اندازہ ہے۔ اور یہی لطیفے کی عمدگی اور بذلہ سنجی کی خوبی ہے کہ جب سنو نیا۔ بہت سے نئے لطیفے بھی آپ کی نظر سے گزریں گے وہ اپنی اپنی جگہ ضرور اچھے ہیں مگر پھر وہی بات کہنے میں آتی ہے۔ ؎

اگرچہ شیخ نے ڈاڑھی بڑھائی سن کی سی　　مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

یہ مجموعہ کل لطائف پر حاوی نہیں ہے اور بھی بہت سے لطیفے ہیں اور ہوں گے مگر جتنے اس میں یکجا ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ کسی اور کتاب میں نہ ہوں گے کتاب کا حجم بڑھ رہا ہے اور لطیفوں کا ذخیرہ ابھی باقی ہے لہذا کتاب کو تین

[1] اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ۱۲

حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہی۔ ناظرین اگر پسند کریں گے تو اس سلسلے کو اور وسعت دی جا سکتی ہی۔ جو چیز حدِّ اعتدال سے بڑھ جائے وہ بُری۔ ع جو خال بڑھا حد سے وہ آخر مسا ہوا۔

مذاق کی بھی ایک حد ہی نکھرا اور ستھرا مذاق سب کو پسند ہی مگر رکیک فحش اور گندہ مذاق سُبکی اور چھچھورے پن کی نشانی ہی جس سے مہذّب لوگ ناک بھنوں چڑھاتے اور نفرت کرتے ہیں۔ مثل مشہور ہی "روگ کا گھر کھانسی، ہانسی کا گھر پھانسی" یعنی بسا اوقات ہنسی میں پھنسی" ہو جاتی ہی۔ اُلٹی آنتیں گلے پڑ جاتی ہیں۔ ایسی ہنسی کو ہمارا دور ہی سے سلام ہی ہنسی مذاق میں مخاطب کی پوزیشن کا لحاظ بھی ضرور ہی۔ مذاق اُسی حد تک روا ہی کہ ناگوارِ خاطر نہ ہو۔ ورنہ اس میں کیا مزا ہی۔ کہ ؎

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی * آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
چاہیئے پیغام بر دونوں طرف * لطف کیا جب دو بدو ہونے لگی

باتوں ہی باتوں میں گالی گلوج پر اُتر آنا۔ لپّا ڈگّی یا ہاتھا پائی تک نوبت پہونچنا شہدوں اور لچّوں کا کام ہی شرفا ایسی صحبتوں سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ حالی کی رباعی ہمیشہ یاد رکھیئے۔ ؎

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہی * ہر قہقہہ پیغامِ بکا ہوتا ہی
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہوں میں * کہتا ہوں کہ اب دیکھیئے کیا ہوتا ہی

مذاق لطیفوں کی جان ہی ہیں نے حتی الامکان مذاقِ سلیم سے کام لیا ہی اور مذاقِ فحش سے گریز کیا ہی مگر پھر بھی شوخی اور چُلبلا پن جو اصل چیز ہی کہیں نہ کہیں اپنی جھلک دکھائے بغیر نہیں رہا۔ ناظرین اگر ان لطائف کو پڑھ کر خوش ہو گئے تو میں بھی خوش ہو گیا۔

ان تین حصوں کے علاوہ چھوٹی موٹی حکایتوں اور نقلوں اور چٹکلوں کے بھی تین حصّے **حکایاتِ لطیفہ** کے نام سے لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی چڑے چڑیا کی معمولی کہانیاں نہیں ہیں ہر کہانی بامعنی مذاق کی مانی مبانی ہی۔ جو دل آویزی اور دلچسپی میں لاثانی ہی۔ اس کتاب کے ساتھ اگر وہ تینوں حصّے بھی ملاحظہ ہوں تو آپ کی خوش مذاقی سے بعید نہیں۔

قبل اس کے کہ میں اس دیباچے کو ختم کروں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ **نورتنِ اکبری** میں سے **راجہ بیربل** اور **ملّا دوپیازے** کے نام ایسا کون شخص ہی جس نے نہ سُنے ہوں۔ ہمارے لطائف اور حکایتوں کی جان یہی دو صاحب ہیں لیکن کتنے لوگ ہیں جو ان دونوں نامور اربابِ کمال کا کچھ حال جانتے ہوں؟ میں سمجھتا ہوں کہ سو میں پانچ بھی نہیں، لہٰذا ان سے تعارف کرا دینا بھی میرا فرض ہی۔ ان کی سوانحِ عمری لکھنے کو جداگانہ کتاب کی ضرورت ہی یہاں صرف روشناسی کافی ہی۔

عدم کا قافلہ چپ چاپ اس طرح ہے رواں کسی کے کان میں بانگ درا نہیں آتی

مسافرانِ عدم کیسی نیند سوتے ہیں پکارتا ہوں کسی کی صدا نہیں آتی

اکبرِ اعظم کے دورِ حکومت کو ہندوستان کی خاکِ قیامت تک نہیں بھولے گی۔ وہ رنگیں دور جب ہندوستان "جنت نشان" کہلاتا تھا! جب وطن کے باغوں میں چلنے والی ہوائیں امن کی مہک لٹاتی پھرتی تھیں! جب بھارت کی گل زمین محبت کے پھول کھلایا کرتی تھی! اور جب یہاں کے شفاف آسمان پر رحمت کی کرنیں برسانے والے ستارے جگمگاتے تھے!

جب یہاں کی کانیں زرخیز یہاں کی پھلواریاں نمونۂ فردوس، اور یہاں کی ندیاں جواہر آفریں تھیں! جب یہ وطنی اتحاد، جس کی آج تمنائیں کی جارہی ہیں، ساون کی گھٹاؤں کی طرح ہر جگہ خلوص کے موتی برساتا تھا۔ اور جب یہاں کے رہنے والوں کے سینے ایک دوسری کے محبت سے آباد تھے! کیوں کہ یہاں اکبر، مغلیہ خاندان کا سب سے بڑا رکن فرماں روا تھا۔

ہمایوں کی عاشقانہ شادی کو دیکھو! اور اس عہد کی طوائف الملکی پر غور کرو! اِدھر افغانوں کے حملے اُدھر بھائیوں کی دشمنی، ایک طرف کنواں دوسری طرف کھائی! مگر پھول جنگل میں کھلے

پا باغ ہیں، فطرت اس کی شادابیوں کے لئے کوئی نہ کوئی
بادل ضرور بھیج دیتی ہے۔ خدا کی شان ادھر تو سنہ ۹۴۹ھ میں
اکبر پیدا ہوا اُدھر ہمایوں کی بیوی سمیت ہندوستان سے
باہر جانا پڑا۔ لیکن اسے اکبر کی بلند اقبالی کہنا چاہیئے کہ ظالم
چچاؤں کے گھر اس کی پرورش کے پھولوں بھرے رستے بن گئے
اور آخر ایک دن ایسا آیا کہ یہ اقبال مند بچہ سنہ ۹۶۳ھ میں ہندوستان
کے تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا۔ ایک چودہ برس کا اُمّی شہزادہ
اور ہندوستان کی حکومت کا قیام و انتظام!! تاریخ اس کی مثال
سے خالی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ ابتدا ہی سے
ہندوؤں سے اپنایت پیدا کرنے کا تمنائی تھا اور جس طرح بھی
ہوسکا وہ برابر اسی سیاست کو کامیاب بنانے میں کوشش
کرتا رہا۔ یہی حکمت تھی جس کی بدولت اس کی حکومت ہمیشہ
پھلی پھولی، اور اس کے اقبال کے گلزاروں میں کبھی زوال کی
خزاں نہیں آئی! یہاں تک کہ ۱۲ جمادی الاخر سنہ ۱۰۱۴ھ کو آگرہ میں
دُنیا سے انتقال کر گیا۔ اس کے عہد کا تمدّن، نظام حکومت، قواعد
ملکی، ضوابط قانون اور ترقیِ علوم و فنون کے حالات تاریخوں میں
پڑھیئے اور اُس کے علمی ذوق، علماء و فضلاء کی قدر افزائی اور ایسے

ہی دوسرے امور کی بے اختیار داد دیجئے۔ اسے جیسے درباری ملے وہ بجائے خود ایک خوش نصیبی ہی اور یہ واقعہ ہو کہ اس کی کامیابی کا اس کے امرا پر بھی بڑی حد تک دار و مدار تھا جن میں یہ نورتن مخصوص تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) مہیش داس راجہ بیربل[1] کوئی انہیں برہمن لکھتا ہو کوئی بھاٹ! کچھ بھی ہوں، مگر تھے قسمت کے دھنی کہ ایسے عالیجاہ بادشاہ کے دربار میں سب سے آگے جگہ ملی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بادشاہ کو لڑکپن سے ہی برہمنوں اور بھاٹوں کی طرف دلی میلان تھا شروع جلوس میں ایک برہمن بھاٹ منگتا، برہم داس نام، کالپی کا رہنے والا جو بڑا باتونی اور سیانا تھا دربار میں حاضر ہوا اور اکبر کو اس کی باتیں کچھ ایسی بھائیں کہ درباری بنا لیا پھر رفتہ رفتہ اُس نے اکبر کا سن ایسا بھایا کہ راجہ بیربل ہو گیا۔ اس میں شک نہیں راجہ صاحب بہت چلتے پرزے لطیفہ گو، بذلہ سنج اور زود فہم تھے۔ ان کی تیزیِ طبع سے اکبر بہت خوش ہوتا تھا اور کبھی ان سے جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ یہ اکثر جنگی مہموں پر بھی بھیجے گئے اور اسے ان کی خوش نصیبی کہنا چاہیئے کہ معاملات کو اچھی طرح سلجھا کر آئے۔ بساطِ حکومت کا یہ مہرہ زیادہ تر ظرافت کے خانے میں رہتا اور ہر وقت ہنسی مذاق کی باتوں سے بادشاہ کا دل بہلاتا

[1] راجہ بیربل اور ملا دو پیازہ دونوں کے حالات رسالۂ مولوی محمد ... سے لئے گئے ہیں۔ کوئی بیربل کہتا ہے کوئی بیر بر۔ سال پیدائش ۱۵۲۸ء ۹۳۵ھ

پسند کرتا تھا۔ اُن کی تیزیٔ فہم کا عجب عالم تھا، کسی معاملے میں جس سے چاہے کبھی سابقہ نہ پڑا ہوا ضرور رائے دیتے تھے یہی سبب ہے کہ اُنھوں نے ملک داری کے جھگڑوں میں بھی قابلِ ذکر حصّہ لیا ہے۔ سنہ ۱۵۸۵ء میں راجہ صاحب نے یہ کہہ کر استعفا[1] دے دیا کہ مہابلی اب بھگوان کی یاد کیا کروں گا۔ اور اکبر نے منظور کر لیا۔۔۔۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ترقی نہ ہونے کی وجہ سے دل برداشتہ ہو گئے تھے۔

مُلّا ابوالحسن۔ جو مُلّا دو پیازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک غیر معتبر تذکرہ نویس کا بیان ہے کہ وہ طائف (عرب کا ایک قصبے) کے رہنے والے تھے۔ بچپن سے نہایت شریر حاضر جواب اور ذکی الطبع تھے۔ چنانچہ ان کی تعلیمی زندگی سے بہت کچھ لطیفے وابستہ بتائے جاتے ہیں۔ ہمایوں کے ایک وفادار ملازم مرزا بخش اللہ خاں ان کی لطائف و ظرافت سے بہت خوش ہوتے تھے اور انہیں عزیز رکھتے تھے۔ جب ہمایوں کے بھلے دن آئے اور وہ پھر ہندوستان آیا تو مرزا موصوف مُلّا ابوالحسن کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئے دہلی پہنچ کر مُلّا ابوالحسن نے ایک مسجد کی امامت قبول کر لی۔ مگر ان کی خوش طبعی اور ظرافت نے ایسی شہرت حاصل

[1] اور دو معتبر تذکروں میں لکھا ہے کہ وہ افغانستان میں ایک مہم پر گیا تھا اور وہیں کام آیا جس کی لعش تک نہ ملی اور

کی کہ امرا و رؤسا بھی انہیں دلچسپی اور احترام کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"ملا دو پیازہ" بننے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ابوالفیض فیضی نے ایک دفعہ دعوت میں ملا ابوالحسن کو بھی بلایا تھا اتفاق سے دسترخوان پر "دو پیازہ" لایا گیا ملا صاحب نے جب اسے چکھا تو اس قدر مزے دار معلوم ہوا کہ بے چینی سے ہاتھ چلانے لگے۔ اور فیضی سے اس کھانے کا نام پوچھا، انہوں نے کہا اُسے دو پیازہ کہتے ہیں" ملا صاحب بولے آئندہ جس دعوت میں دو پیازہ نہ ہوگا میں اُس میں ہرگز شریک نہیں ہوں گا۔ چنانچہ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ انہیں ملا دو پیازہ کہنے لگے۔ ایک بار کسی تقریب سے اکبر کا سامنا ہوگیا اور ملا صاحب نے اپنی ظرافتِ طبع کا ایک نادر نمونہ پیش کیا تو اکبر نے انہیں اپنے دربار میں آنے جانے کی اجازت دے دی"

اللہ ہو! کیا بھول ہوئی ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے "تمہارے بخشوانے روزے گلے پڑے" کے مصداق مَنْ صَنَّفَ اُسْتُھْدِفَ[1] کے کہیں ہدف ملامت نہ بنوں، اور

[1] جس نے تصنیف کی وہ (جانے رہے کہ) ہدف (ملامت) ضرور بنے گا ۔۱۲

ٹٹول ٹٹال کے کوئی صاحب اعتراضوں کی بوچھاڑ نہ کردیں۔ تو جنابِ من! یہاں پہلے ہی سے ہم نے اپنی مونچھیں نیچی کرلی ہیں یہاں خود سرے ہی سے "ڈھاک کے تین پات ہیں"۔ میں کس برتے پر کودوں۔ میں اپنی ہیچ مدانی اور بے بضاعتی کا قولاً و فعلاً و عملاً معترف ہوں لہذا ناظرین مجھے اُلجھاوے میں نہ پھنسائیں ہنسی خوشی کتاب کو پڑھیں پڑھائیں اور دعا کا ہاتھ میرے لئے اُٹھائیں ؎

جُز جوہری کیا جانے بھلا قدرِ جواہر
سمجھے ہی سخن رس ہی سخن میری زباں کا

دہلی۔ جون سنہ ۱۹۲۵ء — خاکسار بشیر عفی عنہ

نوٹ۔ جن صاحبوں کو حصۂ اول پسند آئے وہ اور دونوں حصّے بھی منگالیں۔ اور اسی کے ساتھ حکایاتِ لطیفہ کے بھی تینوں حصّے قابلِ ملاحظہ ہیں۔ اُن میں بھی نہایت پُرلطف دل چسپ، با مذاق اور معنی خیز حکایتیں اور نقلیں بڑی تلاش اور کوشش سے جمع کی گئی ہیں۔ ۱۲
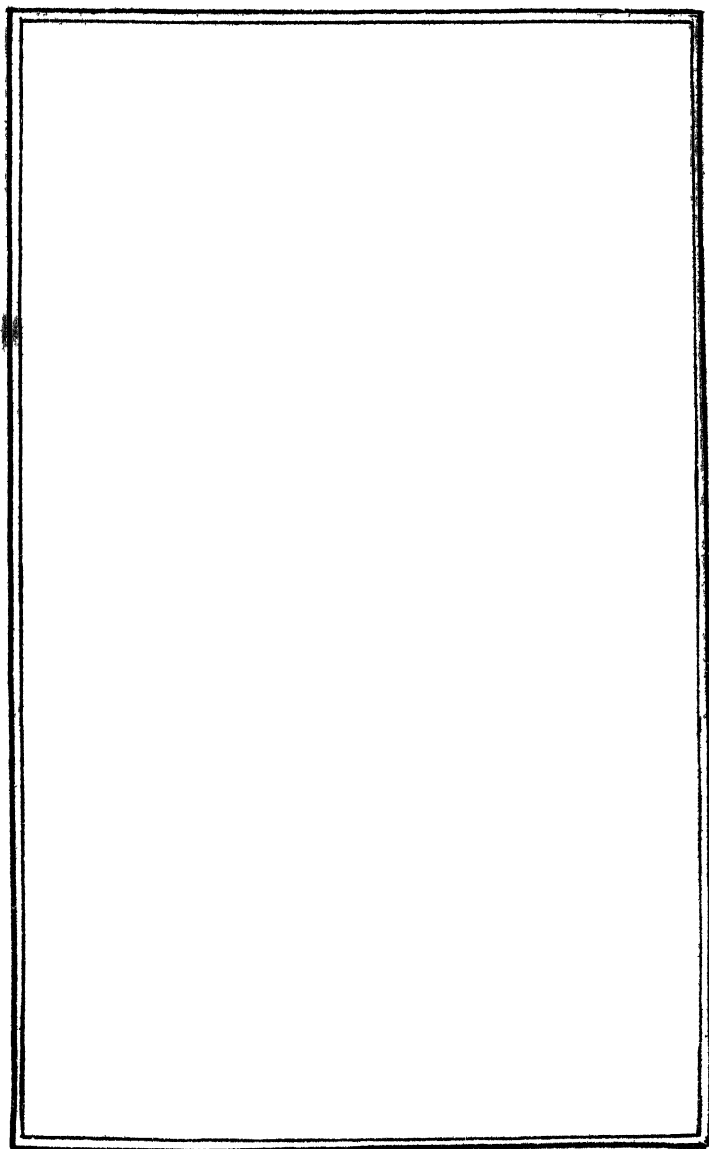
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لطائف عجیبہ

(۱) ماں (حمید سے) مجید کے حصّے کی مٹھائی کیا کی؟

حمید۔ وہ تو میں نے کھالی۔

ماں۔ تم اس کی مٹھائی کھانے والے کون تھے؟

حمید۔ تم نے ہی تو کہا تھا کہ اپنے چھوٹے بھائی کا کام کر دیا کرو۔ میں نے اس کا یہ کام کر دیا۔

(۲) ایک صاحب اپنے دو بچّوں کے لیئے بازار سے ایک ہی سیب لائے اور چھوٹی بچّی سے کہا کہ تم اور تمہارا بھائی تمیز سے کھالو۔

ابّا۔ تمیز کسے کہتے ہیں؟

باپ - یعنی چھوٹا آدھا تم لو اور بڑا آدھا بھائی کو دو۔
لڑکی - ابّا جان بھائی بڑے ہیں۔ آپ اُنہیں کو دیں وہ تمیز سے بانٹ دیں گے
(۳) ماں (خفگی کے لہجے میں) رضیہ! تم کو جو کچھ نصیحت کی بات کہی جاتی ہی، تم اس کان سُنتی ہو اور اُس کان اُڑا دیتی ہو۔
رضیہ - تو امّی جان اللہ میاں نے ہمیں پھر دو کان کس لیئے دیئے ہیں؟
(۴) ماسٹر (نقشے کی طرف اشارہ کرکے) بتاؤ نقشے میں پانی کہاں کہاں ہی۔ شاگرد - نقشے میں اگر پانی ہوتا تو بھیگ نہ جاتا۔
(۵) مریم - ابّا آپ نے کہا تھا کہ بڑے چھوٹوں کو مارا نہیں کرتے۔
باپ - ہاں -
مریم - اچھا آپ یہی بات میری اُستانی جی سے بھی کہہ دیجیئے۔
(۶) ایک گھر کے چند آدمی دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ننھی سروری روٹی کے کنارے توڑ توڑ کے ایک طشتری میں رکھتی جاتی تھی۔ یہ بات دیکھ کر باپ نے ننھی سے کہا کہ جب میں تمہاری طرح چھوٹا تھا تو روٹی کے کنارے بہت شوق سے کھاتا تھا۔
سروری - تو اب کون منع کرتا ہی۔ یہ لیجیئے شوق سے کھائیے۔
(۷) ایک غریب آدمی اپنی چھوٹی سی لڑکی کو گود میں لیئے کوٹھے پر کھلا رہے تھے۔ اتنے میں ایک جنازہ جاتا ہوا نظر پڑا - لڑکی - ابّا یہ کیا ہی؟

باپ ۔ کوئی مرگیا ہی اُسے لے جا رہے ہیں۔

بیٹی (بھولے پن سے) کہاں لے جا رہے ہیں ؟

باپ ۔ ایسی جگہ لے جا رہے ہیں جہاں نہ چراغ ہی نہ بچھونا نہ کپڑے نہ کچھ کھانے کو۔ لڑکی ۔ (گھبرا کر) تو اسے ہمارے ہی گھر کیوں نہیں لے آتے ؟

(۸) لڑکی ۔ اچھی آبا ہم کو ایک باجہ لا دو نا۔

باپ ۔ باجہ تو لا دوں مگر تم ہر وقت بجا بجا کر میرے کام میں حرج ڈالوگی ۔

لڑکی ۔ نہیں آبا جان ۔ میں اُسے جب تم جاؤگے جب ہی بجاؤں گی ۔

(۹) لڑکی (سکول سے آکر) امّی ! امّی ! ہماری اُستانی جی کچھ نہیں جانتیں ۔ ماں ۔ تم نے کیوں کر جانا۔

لڑکی ۔ وہ سارے دن لڑکیوں ہی سے پوچھا کرتی ہیں کہ خدا نے چاند سورج تارے کیوں بنائے ۔ مینھ کیوں کر برساتا ہی ۔

(۱۰) ایک باتون لڑکی ۔ امّی ۔ لو اور دیکھو تمہارے سر میں ایک سفید بال ؟

ماں ۔ تمہاری بکواس سے ہی پریشان ہو کر میرے بال سفید ہو رہے ہیں ۔

لڑکی ۔ تو شاید بچپن میں آپ بڑی شریر ہوں گی ۔ جب ہی نانی امّاں کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے ہیں ۔

(۱۱) لڑکا ۔ اوں ۔ اوں ۔ اوں

ماں ۔ رو کیوں رہا ہی ۔

لڑکا۔ آج صبح میرے سر میں چوٹ لگ گئی تھی۔
ماں۔ تو اب کیوں رو رہا ہے۔
لڑکا۔ اُس وقت میں کھیل میں تھا۔

(۱۲) ایک بچّہ دوپہر کو سونے لیٹا اور گھڑی نے ٹن ٹن بارہ بجانے شروع کیے۔
لڑکا۔ اماں! گھڑی سے کہو غُل نہ مچائے۔
ماں۔ کہیں گھڑی کے بھی کان ہوتے ہیں۔
لڑکا۔ تو آپا ہر روز یونہیں گھڑی کے کان مروڑا کرتے ہیں۔

(۱۳) ایک چھوٹے سے بچّے کو ماں مارنے کو دوڑی وہ جھٹ پلنگ کے تلے جا گھُسا تھوڑی دیر میں اُس کا باپ باہر سے آیا اور بچّے کو نکالنے کو پلنگ کے تلے گھُسا۔ بچّہ (سہمی ہوئی آواز سے) آپا۔ کیا تمہیں بھی اماں مارتی ہیں؟

(۱۴) باپ۔ بتاؤ تمہاری جماعت میں سب سے سست لڑکا کون ہے؟
لڑکا۔ مجھے کیسے معلوم ہو؟
باپ۔ اچھا یوں بتاؤ۔ سوال نکالتے وقت کون خالی بیٹھا اِدھر اُدھر دیکھتا رہتا ہے۔ لڑکا۔ ماسٹر صاحب۔

(۱۵) باپ۔ کیوں جی آج تم سویرے کیسے آگئے۔ شاید سکول سے

بھاگ آئے۔ بیٹا۔ (خوش ہوکر) جی نہیں۔ آج ہمارے ماسٹر صاحب مرگئے

(۱۶) ایک چھوٹے سے لڑکے کی جوتیاں گم ہوگئیں۔ سارا گھر چھان مارا کہیں نہ ملیں۔ تب وہ باپ کی کتابوں کی الماری میں جاگھسا اور ایک موٹی سی کتاب (ڈکشنری) نکال کر اس کے ورق اُلٹ پلٹ کرنے لگا۔

باپ۔ کیا کر رہے ہو؟

بیٹا۔ میری جوتیاں کھوگئی ہیں وہ ڈھونڈتا ہوں۔

باپ۔ کیا سڑی ہی۔ کہیں کتاب میں بھی جوتیاں ہوتی ہیں؟

بیٹا (بھولے پن سے) ابا جان! آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہی آپ اسی کتاب میں ڈھونڈتے ہیں اور وہ مل بھی جاتی ہی۔ تو کیا میری جوتیاں نہیں ملیں گی؟

(۱۷) باپ (میز پر سے قلم اُٹھاکر) خدا جانے کون میرے قلم کی پتّی روز خراب کر دیتا ہی۔

بھولا بچّہ۔ ابا کل جب میں تختی پر لکھ رہا تھا تب تک تو آپ کا قلم خوب چلتا تھا۔

(۱۸) ماں (لڑکی سے) میں نے تمہیں ایک سنگترہ دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ تم اور بھائی بانٹ کر کھالینا۔ کیا تم نے کھا لیا؟

لڑکی۔ ہاں میں نے جب ہی بانٹ کر کھالیا چھلکا چھلکا تو سارا میں نے

بھائی کو دے دیا۔ صرف گودا میں نے کھالیا۔

(۱۹) ایک بچہ دوا کی گولی کسی طرح نہ نگلتا تھا۔ ماں نے وہ سیب کے مربے کی قاش میں رکھ کے دے دی اور کچھ دیر کے بعد پوچھا۔ کیوں میاں تم نے مربا کھالیا۔

بچہ۔ ہاں اماں کھالیا مگر اُس میں جو گٹھلی تھی وہ پھینک دی۔

(۲۰) ایک امیر نے اپنے سائیس کے لونڈے کو دھمکا کر کہا کہ تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔

لڑکا۔ حضور جانتا ہوں۔ تم وہی ہو جو میرے باپ کی گاڑی پر سوار ہوتے ہو۔

(۲۱) (ایک انگریزی دوافروش سے) مجھے ایک خالی شیشی چاہیے۔

دوافروش۔ خالی شیشی دو آنے کو ملے گی لیکن اگر آپ اُس میں کوئی چیز ڈلوا کر لیں تو شیشی کی قیمت نہ لی جائے گی۔

گاہک۔ اچھا تو شیشی میں پانی ڈال کر دے دو۔

(۲۲) طالب العلم۔ ماسٹر صاحب آپ کے پڑھانے کی فیس کیا ہے؟

ماسٹر۔ میرے پڑھانے کی فیس پہلے مہینے دس اور دوسرے مہینے سے پانچ روپئے ہوگی۔

طالب العلم۔ تو میں دوسرے مہینے ہی سے پڑھنا شروع کروں گا۔

(۲۳) باپ لڑکے سے کیوں جی جب دیکھو سکول میں تمہیں چار پانچ

نمبروں سے زیادہ نہیں ملتے۔ آخر یہ بات کیا ہے؟
لڑکا۔ ابّا میں کیا کروں سکول میں لڑکے اس قدر ہیں کہ جب میری
باری آتی ہے تو سارے نمبر خرچ ہو کر تھوڑے ہی سے بچتے ہیں۔
(۲۴) ابّا جان۔ آپ کو فرصت ہے؟ باپ۔ کیوں کیا کام ہے؟
لڑکا۔ مجھے ذرا پیٹ دیجیئے۔ باپ۔ وہ کیوں؟
لڑکا۔ آپ مجھے دریا پر جا کر نہانے پر مارتے ہیں اور آج میرا دل وہاں
جا کر نہانے کو بہت چاہ رہا ہے۔ آپ پہلے ہی سے مجھے مار لیں تو آپ
اپنے فرض سے ادا ہو جائیں اور میں بھی بے فکر ہو کر خوب اطمینان
سے نہاؤں۔
(۲۵) اُستاد شاگرد سے۔ کل تم مدرسے کیوں نہیں آئے۔
شاگرد۔ جناب میرے دانت میں درد تھا۔
اُستاد۔ پھر اب آرام ہے؟
شاگرد۔ خبر نہیں کیونکہ میں نے وہ دانت اُکھڑوا دیا اور دانت
بنانے والے نے دانت اپنے پاس رکھ لیا۔ اب خدا جانے اُس
میں درد باقی ہے یا نہیں۔
(۲۶) ماں۔ کیوں بیٹا تم گھر میں تو بڑی اودھم مچاتے ہو کیا مدرسے
میں بھی ایسی ہی شرارت کرتے ہو؟

لڑکا۔ جی نہیں اول تو میں دیر میں پوہنچتا ہی ہوں پھر تھوڑی دیر کتابوں کو اُلٹ پلٹ کرکے سیدھا گھر چلا آتا ہوں۔

(۲۷) چند لڑکوں کا ایک کتّے کے پلّے پر جھگڑا تھا آخر یہ طے پایا کہ جو لڑکا سب سے زیادہ جھوٹی بات کہے وہی لے جائے۔ لڑکے گپ ہانکنے میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ اتنے میں ایک اور صاحب آن پوہنچے اور لڑکوں کا جھگڑا اُن کے کہنے لگے کہ "جب تمہاری عمروں میں تھا تو جانتا بھی نہ تھا کہ جھوٹ کسے کہتے ہیں" یہ سُن کر ایک چھوٹا سا لڑکا بول اُٹھا کہ "واہ جناب واہ یہ آپ ہی کا حصّہ تھا، بس قبلہ یہ پلّا آپ ہی لے جلیئے"۔

(۲۸) ماسٹر۔ تمہارے بدن میں کتنی ہڈیاں ہیں؟

شاگرد۔ ایک سو آٹھ۔

ماسٹر۔ نہیں ایک سو سات۔

شاگرد۔ میں آج مچھلی کی ایک اور ہڈّی نگل آیا ہوں۔

(۲۹) امّاں اگر کوئی آپ کی کوئی چیز توڑ ڈالے یا کچھ نقصان کر دے تو آپ اُسے کیا سزا دیں گی؟

ماں۔ میں اُسے کان پکڑ کر گھر سے نکال دوں گی۔ تو امّاں اس سزا کے مستحق ابّا جان ہیں کیوں کہ اُنہوں نے آپ کا آئینہ توڑ ڈالا۔

(۳۰) تین لڑکے ایک پہاڑی پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔ ایک نے اپنا کوٹ اُتار کر رکھ دیا اور آپ کسی ضرورت سے اور طرف چلا گیا۔ دوسرے لڑکوں نے صلاح کرکے چاک سے اُس کے کوٹ کی پشت پر گدھے کی صورت بنا دی۔ اُس نے جو آن کر دیکھا تو کہا "میرے کوٹ سے کس گدھے نے مُنہ پونچھا ہے؟"

(۳۱) سعید (ڈاکٹر سے) مجھے آپ کی دوا سے بہت فائدہ ہوا۔

ڈاکٹر۔ خوب۔ مجھے نہایت خوشی ہوئی۔

سعید۔ میرے دولت مند چچا آپ کی دوا پیتے ہی مر گئے۔ اور اب میں اُن کی تمام جائداد کا مالک ہوں۔

(۳۲) تین لڑکے سیر کو نکلے رستے میں اُن کو ایک کمہار مل گیا اُس کو چھیڑنے کے لیئے تینوں لڑکے بولے حضور کی سواری ادہر کہاں آن نکلی۔

پہلا لڑکا۔ بادشاہ سلامت سلام۔

دوسرا۔ راجہ صاحب بندگی۔

تیسرا۔ نواب صاحب آداب عرض ہے۔

کمہار نے کہا نہ تو میں بادشاہ ہوں نہ راجہ نہ نواب۔ میں تو ایک غریب کمہار ہوں میرے تین گدھے کہیں بھٹک کر چلے گئے ہیں، اُن کو ڈھونڈنے نکلا تھا، یہاں وہ تینوں مل گئے۔

(۳۳) باپ (بیٹے سے) تم بڑے کاہل ہو، تمہاری عمر میں جارج واشنگٹن اپنی جماعت میں اول رہتا تھا۔

بیٹا۔ اور آپ کی عمر میں وہ بادشاہ تھا اور آپ صرف کپتان ہی ہے۔

(۳۴) ایک کانے ماسٹر صاحب فرمانے لگے کہ میں سکول کے تمام لڑکوں سے چاہے وہ کسی قوم اور مذہب کے ہوں یکساں برتاؤ کرتا ہوں۔ ایک شوخ لڑکا بول اُٹھا۔ جی ہاں درست بے شک آپ سب کو ایک ہی آنکھ دیکھتے ہیں۔

(۳۵) ایک ماسٹر کسی کُند ذہن لڑکے کو حساب کا ایک سوال سمجھا رہے تھے مگر اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا آخر ماسٹر مثال دے کر یوں سمجھانے لگا اگر تمہارا باپ کسی سے چھ سو روپئے اس شرط پر قرض لے کہ سو روپے ماہوار ادا کرتا رہے گا تو بتاؤ چھ مہینے بعد اُس کا کتنا قرض باقی رہے گا لڑکا۔ جناب پورے چھ سو۔ ماسٹر۔ وہ کس طرح۔

لڑکا۔ میرے باپ نے قرض لے کر کسی کو آج تک ایک حبّہ بھی نہیں دیا۔

(۳۶) ایک پروفیسر تعلیم پر لکچر دے رہے تھے۔ اثنائے تقریر میں فرمانے لگے کہ "نہ معلوم میں اس دُنیا میں کیوں پیدا ہوا؟" ایک شوخ طالب العلم بول اُٹھا خیر یہ تو جو کچھ ہوا بُرا ہوا، اب اس کا کیا افسوس، آپ آگے چلیئے"

(۳۷) ایک میر صاحب میلی کچیلی ترکی ٹوپی اوڑھے جا رہے تھے۔ رستے میں ایک دوست مل گئے۔ انہوں نے کہا "یار خدا کے واسطے اس ٹوپی کا رُخ تو بدلوالو"۔ میر صاحب تعجب سے بولے کیا اس ٹوپی کے تین رُخ ہیں۔

(۳۸) ایک جنٹلمین سے کسی نے کہا آپ اُلٹی جُرّابیں کیوں پہنے ہیں اُس نے جواب دیا اُس طرف سوراخ تھا۔

(۳۹) کسی انگریزی داں صاحب نے جنٹلمین کے معنے شریف آدمی بتلائے۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ غلط، جنٹلمین پاخانے کو کہتے ہیں کیا آپ نے ریل سٹیشنوں پر لکھا ہوا نہیں دیکھا؟

(۴۰) دریا کے کنارے چار صاحب نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اُن میں ایک امام تھا تین مقتدی۔ اتفاقاً دریا میں مچھلی کودنے کی آواز آئی ایک مقتدی اُس کے دھماکے سے چونکے اور بے اختیار بول اُٹھے در دریا کھڑ بڑ کھڑ بڑ چیست؟ دوسرے نے کہا بلّی باشد یا خرگوش تیسرے صاحب نے کہا در نماز بولیدن حرام است۔ سب سے آخر امام صاحب نے فرمایا "شکرِ خدا کہ من نہ بولیدم"

(۴۱) ایک فوجی سپاہی یاروں میں بیٹھا اپنی بہادری کی ڈینگیں مار رہا تھا باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ فلاں لڑائی میں ہم نے دشمن کے ایک

سپاہی کی ٹانگیں کاٹ لیں۔ ایک دوست بولے "ارے میاں!
ٹانگیں کاٹنے سے کیا فائدہ؟ سر کاٹا ہوتا تو کچھ بات بھی تھی۔ سپاہی
بولا۔ یار اُس کا سر تو پہلے ہی کٹ چکا تھا۔

(۴۲) ایک شخص کسی دندان ساز کے پاس دانت بنوانے گئے اور
بیٹھتے ہی ہنڈا سا مُنہ کھول دیا۔ دنداں ساز نے کہا مُنہ زیادہ نہ
کھولیئے ایں باہر ہی بیٹھ کر دانت بناؤں گا۔

(۴۳) ایک شخص ڈاکٹر سے۔ "مَیں اِس قدر موٹا ہو گیا ہوں کہ بوٹ
کے تسمے باندھنے کو جھک بھی نہیں سکتا فرمایئے کیا کروں؟"
ڈاکٹر۔ "سلیپر پہنیئے۔

(۴۴) ایک ظریف نے ایک گھنٹہ خریدا، کچھ دنوں بعد وہ بند ہو گیا
کھڑکی کھول کر دیکھی تو اُس کے اندر ایک چوہا مرا پڑا تھا۔ جھٹ بیوی
کو پکار کر کہنے لگے۔ "دیکھو، بیوی! گھنٹے کا انجنیر مر گیا تب ہی تو
یہ چلتے چلتے ایک دم رُک گیا۔

(۴۵) ڈاکٹر (مریض سے) میں بیمار کی صرف آنکھ دیکھ کر مرض کی
تشخیص کر لیتا ہوں۔ دیکھئے آپ کی داہنی آنکھ سے صاف ظاہر ہے
کہ آپ کے گُردے خراب ہیں مریض! اجی معاف فرمایئے! میری
داہنی آنکھ شیشے کی مصنوعی ہے۔

(۴۶) ایک بیوقوف نے اپنے باغ میں ایک بڑا سا ڈھیر مٹی کا پڑا دیکھا جو بدنما تھا۔ مالی کو حکم دیا کہ فوراً ایک گڑھا کھود کے اس مٹی کو بھر دو۔ مالی۔ اور اس گڑھے کی مٹی کہاں جائے گی؟ کہنے لگے تو بھی بڑا احمق ہے ارے ایک گڑھا اور کھدوا دینا۔

(۴۷) ڈاکٹر۔ کیا آپ کا بیٹا ہمیشہ ہکلاتا ہے۔

باپ۔ جی نہیں صرف بات کرتے وقت۔

(۴۸) ڈاکٹر۔ دوا پینے کے بعد پیاس تو نہیں لگی؟

مریض۔ جی لگی تھی، میں نے ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا پی لیا۔

ڈاکٹر۔ مگر میں نے گرم پانی بتایا تھا۔

مریض۔ خیر مضائقہ کیا ہے وہ ایک ہی بات ہے میں اب پیٹ سینک لوں گا۔

(۴۹) ایک شخص اپنے دوست سے۔ تمہارا باپ بڑا کنجوس ہے، اس کی موچی کی دکان ہے تم کو ایک بوٹ تک بنا کر نہیں دیتا۔

دوست اور تمہارا باپ میرے باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ دنداں ساز ہے۔ ساری دُنیا کو دانت بنا کر دیتا ہے۔ مگر تمہارے چھوٹے بھائی کو دانت بنا کر اب تک نہیں دیئے۔

(۵۰) دو لڑکے آپس میں یوں مذاق کر رہے تھے۔ اے یار تیرا باپ قصائی ہے۔ تیرا چہرہ ستیلا کا منڈ ہے باؤ پھر قیمہ کر کر فو نہیں کر دیتا

دوسرا۔ اور تیرا باپ قلعی گر ہی مگر تیرے کالے کلوٹے سیاہ بھٹ چہرے پر ایک پُچارا قلعی کا نہیں پھیر دیتا؟

(۵۱) لالہ جالندھری مل کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ پنڈت جی سے نام پوچھنے گئے۔ پنڈت نے کہا آپ کے کوئی اور بال بچّہ بھی ہی؟ اگر ہی تو نام بتلائیے کہ اُس سے ملتا جُلتا نام رکھ دوں۔ لالہ جی، میرے دو لڑکے ہیں ایک کا نام "لاہوری" ہی دوسرے کا "پشوری" پنڈت جی۔ تو لونڈیا کا نام "راول پنڈی" رکھ دو۔

(۵۲) تحصیل دار (گنوار سے) کیا گاؤں میں تمہارے سامنے آگ لگی تھی؟ گنوار۔ جی ہاں۔ تحصیل دار۔ پھر کچھ بچا بھی؟ گنوار صرف آگ بجھانے کا انجن کیوں کہ وہ بعد میں آیا تھا۔

(۵۳) گھوسن۔ بیٹا! تم کبھی جھوٹ نہ بولا کرو۔

لڑکا۔ اماں! اگر کوئی پوچھے کہ تم دودھ میں پانی ملاتے ہو تو؟

گھوسن۔ تو کہہ دیجیو، نہیں، لڑکا۔ مگر تم تو ملاتی ہو نا۔

گھوسن۔ میں تو پانی میں دودھ ملاتی ہوں۔

(۵۴) ایک لڑکا دریا میں تیرنے کے لیئے جانے لگا۔ چلتے وقت اُس کے باپ نے روکا۔ مگر لڑکے نے نہ مانا اور چل دیا اس باپ کو بہت غصّہ آیا اور کہنے لگا۔ اچھّا جاتا تو ہی، اگر ڈوب گیا تو اتنا پیٹوں گا کہ یاد کرے گا۔

(۵۵) بیوی۔ تم میرے بچّے کو اتنے زور سے کیوں ہلا رہے ہو؟
میاں۔ آج یہ بغیر ہلائے دوا پی گیا اور ڈاکٹر نے کہا تھا، خوب ہلا کر دوا پینی چاہیئے
(۵۶) ہوٹل کا خدمت گار۔ جناب کھانے کے دام کھانے سے پہلے
دے دیجئے۔ مسافر۔ کیوں؟
خدمت گار۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ایک صاحب کے حلق میں ہڈّی
پھنس گئی اور وہ مر گئے۔ ہوٹل کے مینیجر نے اُس کے دام میری تنخواہ
سے کاٹ لیئے۔ جب سے میں ہوشیار ہو گیا ہوں۔
(۵۷) ایک صاحب اپنے کسی دوست کے بچّے کے واسطے ایک
خوب صورت سا کھلونا لائے۔ کئی دن کے بعد جو ملاقات ہوئی تو پوچھنے
لگے۔ کہیئے بچّہ کھلونے سے کچھ خوش بھی ہوا؟ دوست نے کہا اس قدر
خوش ہوا کہ اُس کا روغن تک چاٹ گیا۔
(۵۸) ایک صاحب کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ فرمائشوں کی بھرمار
ہوئی، کسی نے کہا ہمارے لیئے یہ لانا کسی نے کہا وہ ایک بُڑھیا نے دو
پیسے نکال کر دئے کہ میاں میرے نواسے کے لیئے کوئی کھلونا لیتے
آنا۔ مسافر۔ کھیلے گا تیرا ہی بچّہ۔
(۵۹) ایک شخص روزوں کا بڑا چور تھا مگر سحری کبھی ناغہ نہ کرتا تھا لوگوں
نے جب بہت آڑے ہاتھوں لیا تو کہتا کیا ہے کہ روزے نہیں رکھتا تو کیا

سحری بھی نہ کھاؤں کیا بالکل ہی کافر ہو جاؤں"۔

(۶۰) ایک صاحب روزے نہ رکھتے تھے۔ لوگوں کے کہنے سننے سے بمشکل ایک روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ سحری کے لیئے دودھ آیا وہ چھینکے پر رکھ دیا۔ کہیں بلّی کی نظر پڑ گئی وہ سارا دودھ پی گئی۔ جب سحری کا وقت آیا تو دودھ نہ دارد۔ معلوم ہوا کہ بلّی چٹ کر گئی۔ تب آپ نے کہا "جس نے سحری کھائی ہے روزہ بھی وہی رکھے گا"۔

(۶۱) ایک رئیس اور اُن کا صاحب زادہ شکار کو گئے۔ گرمی جب زیادہ ہوئی تو دونوں نے اپنے اپنے لبادے خدمت گار کے کندھے پر ڈال دیئے اور کہا کہ اب تو تم پر ایک گدھے کا بوجھ ہو گیا۔ نوکر حاضر جواب تھا۔ جواب دیا "جی نہیں دو گدھوں کا"۔

(۶۲) ایک بے ملک کے نواب اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ قریب کی دیوار میں سے ایک سانپ نکلا۔

نواب صاحب۔ (گھبرا کر بیوی سے) بلاؤ کسی مردوے کو۔

بیوی (دبی آواز سے) آپ بھی تو مرد ہیں نا۔

نواب صاحب (کچھ سوچ کر) ہاں خوب یاد دلایا لاؤ ہماری بندوق۔

بندوق آتے آتے سانپ بِل میں اُدھر گھُسا نواب صاحب اِدھر دبک گئے۔

(۶۳) کسی کا لڑکا تاریخ کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ باپ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیوں فیل ہوا؟ باپ۔ ماسٹروں نے لڑکے کی پیدائش سے بہت پہلے کی باتیں پوچھیں جو دراصل اُس کے دادا سے پوچھنی چاہیے تھیں پھر فیل نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

(۶۴) ایک رئیس شہر میں سے گھوڑا دوڑائے چلے جارہے تھے چند سوار اُن کے ساتھ تھے کسی گنوار نے ان کو دیکھا اور چپ ہو رہا پھر دو تین دن کے بعد رئیس گھوڑا دوڑاتے اور پیچھے پیچھے چند اُردلی کے سواروں کو دیکھا تو کہنے لگا کہ" اتنے دنوں سے یہ سوار اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اب تک پکڑا ئی نہیں دیا۔

(۶۵) ایک شخص کسی وکیل کے پاس گیا اور مقدمے کی ساری روداد سنائی۔ وکیل (اپنی عادت کے موافق) ساری باتیں آپ کے موافق ہیں آپ ضرور جیت جائیں گے۔

وہ شخص۔ تو جناب میرا سلام ہے! میں مقدمے سے باز آیا

وکیل (حیران ہوکر) کیوں خیر تو ہے؟

وہ شخص۔ میں نے جو کچھ روداد بیان کی وہ میرے فریقِ مخالف کے حالات تھے۔

(۶۶) کوئی بے وقوف ایک ہرن خرید کے گھر کو لے جا رہے تھے۔ کسی نے رستے میں پوچھا۔ میاں کتنے کو لیا۔ آپ نے دسوں انگلیاں اور گیارھویں

زبان دکھلائی۔ اتنے میں ہرن یہ جا وہ جا۔

(۶۷) ایک بیمار لڑکے کا باپ کئی دن کے بعد ڈاکٹر سے کہنے لگا کہ آپ نے جو اُس دن دو پُڑیاں دی تھیں وہی اور دے دیجئے"

ڈاکٹر۔ مجھے یاد نہیں، بتاؤ اُس کا رنگ کیسا تھا؟

باپ۔ مجھے رنگ کی کیا خبر، میں کچھ غیب داں نہیں۔

ڈاکٹر۔ کیا تم نے وہ پُڑیاں مریض کو نہیں کھلائیں؟

باپ۔ اجی جناب وہ تو میں نے بندھی بندھائی لڑکے کو نگلوا دیں اور یہی آپ نے کہا تھا ہاں البتہ یہ میری بیوقوفی ہے کہ میں نے اُن کو کھول کر نہ دیکھا

(۶۸) ایک لالہ بھائی کسی پارٹی میں گئے جہاں انگریز اور میمیں بھی تھیں یہ بیوقوف بار بار زبان نکال کے پان کی سرخی دیکھتے جاتے تھے میمیں اس حرکت پر فول فول (بے وقوف) کے آوازے کسنے لگیں جب گھر میں آئے تو لوگوں سے ذکر کیا کہ میری طرف اشارہ کر کے میمیں بار بار "فول فول" کیا کہہ رہی تھیں۔ کسی ظریف نے کہا اجی آپ کو پھول کہہ رہی تھیں لالہ صاحب بہت خوش ہو کر بولے "ہاں ٹھیک۔ میری زبان کی سرخی کو اُنہوں نے پھول کہا ہوگا۔"

(۶۹) ایک صاحب (نئی نئی ملاقات کے بعد) حضرت میں نے کہیں آپ کو دیکھا ہے؟ دوسرا شخص۔ ہاں ممکن ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ میں کئی سال

سے جیل کا داروغہ ہوں۔

(۷۰) کسی شخص نے ایک چور سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم ہزاروں روپیہ چوری میں مارتے ہو مگر تم ننگے کے ننگے

چور۔ جس رستے آتا ہے اُسی رستے جاتا ہے۔ علاوہ جو شخص محنت اور مشقت سے جمع کرتا ہے۔ اُسی سے جب وہ بے وفائی کرتا ہے تو پھر ہمارے پاس کیسے رہے گا۔

(۷۱) ایک صاحب۔ بھئی آج میری چھتری جاتی رہی۔

دوسرا۔ کیا کہیں بھول آئے۔

پہلا۔ جی نہیں۔ چھتری کے مالک نے میرے ہاتھ میں دیکھ کر پہچان لی۔

(۷۲) میں نے فلاں شخص سے بڑھ کر آج تک کوئی کنجوس نہیں دیکھا وہ ایسا کنجوس ہے کہ کالر کا ایک بٹن تک نہیں خریدتا۔ اُس کی گردن کے پیچھے ایک بڑا سا مسّہ ہے، اُسی میں کالر کا کاج اٹکا دیتا ہے۔

(۷۳) ایک مسافر نے ہوٹل کے مینیجر سے شکایت کی کہ تمہارے ملازم نے بہت میلا تولیہ دیا۔

مینیجر۔ یہ شکایت آپ ہی نے کی ہے اور کئی دن سے لوگ اسی تولیے سے مُنہ پونچھ رہے ہیں مگر کسی نے کچھ بھی نہیں کہا۔

(۷۴) ایک شخص (حجام سے) میں نے پچھلی مرتبہ تمہاری ہی دکان پر

خط بنوایا تھا۔ حجام۔ جی ہاں۔
وہ شخص۔ آج میں پھر خط بنوانے آیا ہوں، مگر خط بنانے سے پہلے ذرا سی کلوروفارم مجھے سُنگھا دو۔

(۷۵) ایک شخص کرایہ کے مکان میں رہتا تھا مگر سارا مکان بے طرح ٹپکتا تھا۔ ایک دن زور کی بارش ہوئی صحن میں تمام پانی کھڑا ہو گیا اور اس شخص کی ساری مرغیاں بھیگ کر مر گئیں۔ اُس نے مکان دار سے شکایت کی تو مکان دار نے صرف اتنا کہا کہ "تم نے بطخیں کیوں نہ پالیں؟"

(۷۶) ایک یوریپین جنہیں اپنی اُردو دانی کا بڑا دعویٰ تھا ایک دن اردو کی ٹانگ توڑ رہے تھے۔ اور اس شعر کا مطلب بیان کر رہے تھے: ہم ہوئے تم ہوئے اور میر ہوئے ؛ اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
"ہم۔ تم اور ہمارا خانساماں میر۔ سب کو بال کا رسّی میں باندھ کر جیل کھانے کو بھیجنا مانگتا"

(۷۷) ایک انگریز اردو کا امتحان دینے گئے۔ ممتحن نے انگریزی میں پوچھا کہ اس بات کو اردو میں کیسے کہو گے۔ سائیس کو جو گھوڑا اپنے سامنے کھڑا ہی اُس سے کہو کہ اس کو سایہ دار درخت کے تلے لے آؤ۔
انگریز نے انگریزی ہی میں جواب دیا کہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں خود درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سائیس کو اشارے سے بُلا لوں گا۔

(۷۸) دو شخص مدت کے بعد ملے ایک نے دوسرے سے کہا "صاحب آپ کی صورت تو مجھے یاد ہے مگر نام یاد نہیں رہا" لیکن ایک اور صاحب کسی سے کچھ عرصے کے بعد ایک دوسری جگہ ملے اور کہنے لگے کہ "حضرت مجھے آپ کا نام تو خوب یاد ہے۔ مگر صورت ذہن سے اتر گئی ہے"۔

(۷۹) ایک صاحب بولے کہ میرے گھر کے قریب ایک عورت رہتی ہے میں اُسے مدّت سے جانتا ہوں وہ پانچ برس کی تھی اور میری عمر پینتیس کی تھی یعنی میری عمر سات گُنا بڑی تھی۔ پانچ سال کے بعد وہ دس برس کی ہو گئی اور میں چالیس کا ہوا اب میری عمر اُس سے چار گُنا زیادہ تھی۔ بیس برس گزرنے کے بعد اُس کی عمر تیس سال کی ہو گئی اور میری ساٹھ یعنی میری عمر اُس سے دو چند رہ گئی۔ دیکھیے اب ہم برابر کب ہوتے ہیں۔

(۸۰) دو دوست بیٹھے بے طرح گپیں ہانک رہے تھے۔ ایک نے کہا میں نے ایک پہاڑ پر اس قدر سردی دیکھی کہ لفظ مُنہ سے نکلتے ہی جم کر زمین پر گر پڑتا تھا۔ بس جناب باتوں کو زمین پر سے اُٹھا کر گھر میں لے جاتے اور وہاں کڑہائی میں ڈال کے چولھے پر چڑھا دیتے اجب خوب آنچ لگتی تو لفظ پگھلتے اور آواز پیدا ہوتی اور معلوم ہوتا کہ کسی نے کیا کہا تھا۔ دوسرا بولا یار ہم نے ایک شہر میں اس بلا کی گرمی دیکھی کہ وہاں

مرغیوں کو برف کی ڈلیاں کھلاتے تھے۔ کہ کہیں وہ اُبلے ہوئے انڈے نہ دیں۔

(۸۱) دو افیمی دن بھر افیون کی پینک میں نہں رہتے جب رات ہوئی تو ایک نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "یار دیکھنا چاند کیسا بھلا معلوم دے رہا ہے" دوسرا بولا "اماں نشے میں ہو گیا، چاند کہاں ہے یہ تو سورج ہے" اس پر دونوں میں بحث چھڑ گئی۔ آخر یہ طے پایا کہ کسی تیسرے شخص سے پوچھنا چاہیئے۔ تیسرے صاحب شرابی نشے میں چور آئے اُن سے پوچھا۔ کیوں بھئی سچ سچ کہنا آسمان پر چاند نکلا ہے یا سورج؟ وہ کچھ دیر تک آسمان کی طرف گھور کر بولے "حضرت! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بات یہ ہے کہ میں اس شہر میں نیا آیا ہوں یہاں کے حالات سے واقف نہیں ہوں"

(۸۲) ایک جج نے ملزم سے کہا کہ تمہیں پھانسی کی سزا ملے گی۔ قیدی نے گھبرا کے جواب دیا اس سے مرجانا ہی بہتر ہے۔

(۸۳) آقا (نوکر سے) کیا تم سمجھتے ہو میں بے وقوف ہوں؟
حضور۔ میں کیا جانوں۔ میں تو کل ہی آیا ہوں۔

(۸۴) ایک عورت کی بھینس مرگئی وہ رونے پیٹنے لگی۔ ہمسائی نے ہمدردی کے خیال سے کہا بہن روتی کیوں ہو صبر کرو۔ ہماری تمہاری قسمت میں اس کالے دھن سے نفع اُٹھانا نہیں ہے۔

پہلی نے (چونک کر) بہن خیر ہو تمہارا کیا نقصان ہو گیا ہے۔
ہمسائی۔ میری آج ہنڈیا ٹوٹ گئی۔
عورت۔ تم بھی خوب ہو، کہاں میری ساٹھ روپیے کی بھینس کہاں تمہاری ایک پیسے کی ہنڈیا۔ یہ سُن کر ہمسائی نے جواب دیا یہ تو تم سچ کہتی ہو مگر میرے گھر میں ایک پیسے کی ہانڈی ہی بغیر آج کھانا نہیں پکا اور فاقہ ہے۔

(۸۵) تمیم صاحب (تانگے والے سے) شہر میں طاعون پھیلا ہوا۔ شاید تمہارے تانگے میں اس بیماری کے مریض آتے جاتے ہوں گے۔
تانگے والا۔ ڈر کی کوئی بات نہیں میں نے دونوں پہیوں کو ٹیکہ لگوا دیا ہے۔

(۸۶) ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ آدمی اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ دوسرا۔ آپ یقین مانیئے کہ میرا بھائی اپنی مرضی کے خلاف جیل میں چلا گیا۔

(۸۷) مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم نے پارلیمنٹ کی ممبری کے لیئے ایک صاحب سے ووٹ مانگا اُس نے کہا آپ کو ووٹ دینے سے میں شیطان کو ووٹ دینا اچھا سمجھتا ہوں مسٹر جارج نے جواب دیا لیکن اگر آپ کے دوست ممبری کے لیئے کھڑے ہوں اُس وقت تو مجھے ووٹ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں

(۸۸) ایک شخص نے کسی سے پوچھا کیوں جناب چاند کدھر سے نکلتا ہے؟
اُس نے جواب دیا یہ تو آپ جس بیوقوف سے پوچھتے وہ ہی بتا دیتا۔
وہ بولا۔ جب ہی تو آپ سے پوچھا ہے۔
(۸۹) ایک بادشاہ نے ایک شاعر کو ایک مریل سا گھوڑا دیا وہ
رات ہی رات میں مر گیا صبح کو بادشاہ نے پوچھا "کہو گھوڑا کیسا ہے؟"
شاعر نے کہا اُس کی تیز روی کا کیا عرض کروں ایک ہی رات میں
اس جہان سے اُس جہان میں جا پونہچا۔
(۹۰) ایک صاحب اشرف علی نامی نے اشرف گنج سے اشرفی بیگم کو
اشرفیاں بھیجیں۔ نوکر نے دروازے پر جا کر آواز دی۔ سریھین،
اسریھ علی صاحب نے اسریھی بیگم کے لیئے اسریھ گنج سے اسریھیاں
بھیجی ہیں۔
ماما۔ موئے، کہیں تو شین بولا ہوتا۔
نوکر۔ یہ شب شو لھا ہیں اور اُنھوں سے بیوی کو شلام کہا ہے۔
(۹۱) ایک فقیر نے کسی صاحب سے پوچھا کیا آپ کا بٹوہ کھو گیا۔
اُنھوں نے جیب ٹٹول کے۔ جی نہیں میرا بٹوہ میرے پاس موجود ہے۔
فقیر۔ تو اس بٹوے میں سے خدا کے نام پر کچھ دلوائیے۔
(۹۲) ایک صاحب۔ تمھیں بھی عجب پاجی ہیں، پیروں یہ نہیں بولتے

جب دیکھو کان ہی میں آکر گنگناتے ہیں۔

دوسرا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ جناب بہیروں سے بھی سُن لیتے ہیں۔

(۹۳) ایک نوکر اپنے مالک کے لئے دودھ لایا کرتا تھا اور خاطر خواہ پانی ملا کر لاتا تھا۔ ایک دن کسی نالے میں سے پانی ملا لیا اتفاقاً اس میں مچھلی کا ایک چھوٹا سا بچّہ آگیا۔ آقا نے پوچھا اَبے دودھ میں یہ مچھلی کیسی؟

نوکر۔ حضور "یہ شیرِ ماہی ہے"

(۹۴) کسی ماسٹر نے لڑکوں سے کہا کہ "گھوڑے پر مضمون لکھ کر لاؤ۔ دوسرے دن باپ کیا دیکھتے ہیں کہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر صاحب زادے بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔

باپ۔ یہ لکھنے کی جگہ ہے، گھر میں بیٹھ کے کیوں نہیں لکھتے۔

لڑکا۔ ابّا جان ماسٹر صاحب نے گھوڑے پر مضمون لکھنے کو کہا ہے۔

(۹۵) ایک دیہاتی شہر میں وارد ہوا۔ چھڑکاؤ کی گاڑی دیکھ کر کہنے لگا کہ گاؤں والے تو بیوقوف کہلاتے ہی ہیں مگر شہر والے اُن سے بھی بڑھ کے احمق ہیں اس گاڑی میں پانی بھر کے لے جا رہے ہیں اور وہ ٹپک رہی ہے گھر پہنچے تو پہنچتے تک ساری خالی ہو جائے گی۔

(۹۶) ایک ڈاکٹر صاحب کسی مریض کو دیکھنے گئے۔ تین روپئے فیس دی گئی اُنہوں نے دیدہ و دانستہ زمین پر گرا دیئے۔ صاحبِ خانہ نے

پھر اُٹھا کر دے دیئے مگر پھر دوبارہ گر کے ڈھونڈنے لگے صاحب خانہ
نے پوچھا کیا ڈھونڈتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے دبی زبان سے کہا کہ فیس
کے روپئے گر گئے تین تو مل گئے دو نہیں ملے۔ صاحب خانہ سمجھ گیا دو
روپئے اور دے کر اُن کو رخصت کیا۔

(۹۷) ایک نوسکھے طبیب نے مطب کھولنے سے پہلے کسی تجربہ کار حکیم
سے مشورہ لیا انھوں نے کہا کہ تشخیص کو کبھی کسی خاص مرض پر محدود نہ کرنا
بلکہ مریض سے گول مول بات کہنا کہ جگر و معدہ و دماغ کی کچھ خرابیاں
مل کر یہ شکایت پیدا ہوئی ہے۔ ایسا کہنے سے تم کبھی جھوٹے نہ پڑوگے۔

(۹۸) ایک پٹواری صاحب نے پٹوارگیری چھوڑ کے طبابت اختیار
کی کسی نے اُن سے پوچھا "کہو طبابت کیسی چل رہی ہے؟" اُنھوں نے کہا
خوب۔ دیکھیئے وہ نیا قبرستان میری ہی بدولت آباد ہے۔

(۹۹) کسی میرزادے نے ایک میراثی کو روٹی کپڑے پہ نوکر رکھا۔
ایک دن مذاق کی سوجھی خدمت گار سے کہا آج روٹی کے بدلے طباق
میں ایک جوتی رکھ دو کھانے کے وقت جب میراثی نے طباق کھولا
تو روٹی کی جگہ جوتی دیکھ کر تاڑ گیا اور بولا جیہ جوش! دو آپ کھا لیں اور
میرے لئے صرف ایک ہی چھوڑ دی۔

(۱۰۰) ایک خاں صاحب اور ایک میراثی ہم سفر تھے۔ سرائے میں اُترے

خاں صاحب چارپائی پر بیٹھے یہ بھی اُن کے برابر پائنتی بیٹھ گیا خاں صاحب بگڑے۔ ابے نفرے تو ہمارے برابر بیٹھتا ہی، نیچے بیٹھ۔ خیر بات گئی گزری ہوئی۔ کچھ دنوں بعد خاں صاحب نیچے ہی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میراثی کدال لے کر زمین کھودنے لگا۔ خاں صاحب نے پوچھا ابے یہ کیا کرتا ہی؟ میراثی حضور! زمین پر بیٹھوں تو برابری ہو گی۔ اس لیئے گڑھا کھود کر نیچے بیٹھوں گا۔

(۱۰۰) ایک میراثی سارنگی لیئے بازار میں سے چلا رہا تھا۔ ایک ظریف نے پکارا
میاں: اِس لڑکی کا کیا لوگے؟
میراثی۔ لڑکی کے بدلے لڑکی اور سو روپیہ بڑھوتری۔
ظریف۔ جب لڑکی کے بدلے لڑکی مانگتے ہو تو اضافہ چہ معنی؟
میراثی۔ میری لڑکی سُریلی ہی اور آپ کی بے سُری۔

(۱۰۲) ایک میراثی کسی ججمان کے ہاں گیا اُنھوں نے ایک روٹی پر بہت ساساگ رکھ کے دے دیا۔ میراثی۔ ذرا پھاوڑا بھی دیجیئے۔
ججمان۔ پھاوڑا کیا کرے گا؟ میراثی ساگ کھود کر نیچے سے روٹی نکالونگا

(۱۰۳) ایک شخص دروازے پہ بیٹھا حقّہ پی رہا تھا۔ فقیر نے صدا دی کہ خدا را کچھ دلوائیے۔ صاحبِ خانہ سائیں، اِس وقت کوئی آدمی نہیں ہی جو تم کو روٹی لا کر دے۔ فقیر تو ذرا سی دیر کو آپ ہی آدمی بن جائیے۔

(۱۰۴) ایک فقیر نے کسی دکان دار سے سوال کیا کہ خدا کے نام پر بابا پیسہ دلوا دیجئے۔ دکان دار۔ میاں ہم دینے کے نام دروازہ بھی نہیں دیتے، ہاں اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو لینے کو طیار ہیں۔
فقیر۔ بابا ہمارے پاس سوائے لنگوٹی کے کیا دھرا ہی اس میں سے جو نکلے شوق سے لے لو۔

(۱۰۵) ایک فقیر ولایت کا دعویٰ کرکے بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا، اچھا بتاؤ خدا کیا کرتا ہو؟
فقیر۔ اگر مجھ سے سوال کرنا ہو تو مجھے تخت پہ بیٹھا کے پوچھو۔ بادشاہ تخت پر سے اُتر پڑا اور فقیر کو بیٹھا دیا۔ اب فقیر بولا "بس خدا یہی کرتا ہے، بادشاہ کو پست اور فقیر کو تخت دیتا ہو"۔

(۱۰۶) ایک فقیر برہنہ بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ کا اُس کے پاس سے گزر ہوا۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے کچھ مانگو۔
فقیر۔ مجھے مکھیاں بہت تنگ کرتی ہیں۔
بادشاہ۔ یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔
فقیر۔ جب مکھی جیسی حقیر چیز بھی تیرے اختیار میں نہیں تو دے گا کیا؟

(۱۰۷) ایک چور رات کو ایک فقیر کے گھر میں گھسا، بہتیرا ڈھونڈا مگر کچھ نہ ملا فقیر جاگتا تھا اُس نے چور سے کہا "ارے دیوانہ ہوا ہی، مجھے روز

روشن ہیں اس گھر میں کچھ نہیں دکھلائی دیتا۔ تو تجھے رات میں کیا خاک سوجھے گا۔

(۱۰۸) ایک شخص نے کسی فقیر سے کہا کہ "تم پیسے کیوں مانگا کرتے ہو، نیک خصائل مانگا کرو۔

فقیر۔ ہمیں جو کچھ کسی کے پاس نظر آتا ہے وہی اُس سے مانگتے ہیں۔

(۱۰۹) ایک شخص ایک درخت پر چڑھ گیا بہتیری کوشش کی مگر اُتر نہ سکا۔ آخر کار لال بُجھکڑ کو بُلایا انہوں نے ایک رسّا اوپر پھینکا کہ اس کا ایک سر اکمر میں باندھ لے۔ جب وہ باندھ چکا تو زور سے کھینچا وہ غریب دھڑام سے گرا اور دم نکل گیا۔ لوگوں نے کہا خوب! تو نے ہمارا آدمی مار ڈالا۔

لال بُجھکڑ۔ میں نے کیا مار دیا اُس کی تقدیر ہی میں مرنا تھا۔ ورنہ میں نے اسی ترکیب سے کئی آدمی کنوئیں سے نکالے ہیں۔

(۱۱۰) ایک فقیر نے کسی مکان پر جا کر آواز دی "بابا! اللہ کے نام کچھ دلواؤ" اندر سے آواز آئی گھر والی موجود نہیں"

فقیر۔ بابا میں روٹی مانگتا ہوں، گھر والی کو لے کر میں کیا کروں گا۔

(۱۱۱) ایک بیوقوف کٹوری لے کر بازار سے تیل لانے گئے۔ جب کٹوری بھر گئی تو روکھن مانگی۔ دکان دار نے کہا کٹوری بھر گئی روکھن کہاں ڈالوں

آپ نے جھٹ کٹوری اوندھا پیندی میں روکھن نے خوشی خوشی گھر چلتے ہوئے۔

(۱۱۲) ایک آدمی نے پیسے کی نہاری لی۔ دیکھا تو کٹورے میں مکھّی پڑی ہوئی ہو۔ واپس آکر کہا ارے میاں کیسی نہاری دی ہو اس میں مکھّی پڑی ہوئی ہو نان بائی۔ پیسے کی نہاری میں مکھّی نہ نکلے گی تو کیا ہاتھی کا بچّہ نکلے گا۔

(۱۱۳) برسات کے تھے دن گاؤں کے باہر باہر کوئی ہاتھی گیا تھا۔ اُس کے پاؤں کے نشان دیکھ کر گاؤں والے متحیّر ہوئے۔

لال بجھکّڑ سے پوچھا اُس نے کہا۔

بوجھے بوجھے لال بجھکّڑ اور نہ بوجھے کوئے ٭ چکّی پاؤں باندھ کے ہرنا کودا ہوئے

(۱۱۴) چند بیوقوف چھلنی کا ایک پُرانا ٹکڑا دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ کیا ہو جب کچھ نہ سمجھ میں آیا تو لال بجھکّڑ سے پوچھا۔ وہ فرمانے لگے۔

عقل بغیر نہ سمجھے کوئی ہم دیں یوں بتلا ٭ چاند پُرانا گر پڑا گھُن نے لیا کھا

(۱۱۵) دو بیوقوفوں نے ساجھے میں ایک غلام خریدا۔ آدھوں آدھ کا حصّہ تھا اتفاقاً غلام سے کوئی قصور سرزد ہوا ایک شریک اُسے مارنے لگا دوسرا مانع ہوا پہلے نے جواب دیا میں اپنے حصّے کو مار رہا ہوں تم نہ بولو۔

(۱۱۶) بازار میں ایک غلام فروخت ہو رہا تھا اُس کے کام دھام کی بڑی تعریف تھی مگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی تھوڑا سا جھوٹ

بہ[illegible] ہانڈی [illegible] لیقہ ہی اور خرید لیا۔ چند روز کے بعد بیوی نے [illegible] کی کہ راتوں کو باہر رہتے اور دیر سے آتے ہیں۔ دال میں کچھ کالا ہی۔ غلام نے کہا میں خبر لاتا ہوں۔ آکر بیوی سے کہا کہ اُن کا تو نکاح ہو رہا ہی۔ بیوی بے چاری گھبرا کر کہنے لگی تو ہی کچھ تدبیر کر کہ یہ آفت سر سے ٹلے۔ غلام نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہی تم میاں کی ڈاڑھی کا ایک بال مجھے لادو میں اب تعویذ لادوں گا کہ وہ تمہاری پاؤں خاک ہو جائیں گے۔ بیوی نے کہا بال کیسے لاؤں غلام بولا یہ کیا مشکل ہی جب وہ سو جائیں اُسترے سے چپکے سے ایک بال کتر لینا۔ بیوی کی سمجھ میں کچھ بات آگئی۔ اُدھر میاں سے یہ جا لگائی کہ بیوی آپ کی جان کی لاگو ہیں ذرا آج ہشیار سونا وہ آپ کا گلا کاٹنے والی ہیں بیوی خالی الذہن تھی جب میاں کو خراٹے لیتے دیکھا چپکے سے اُسترا نکال چاہتی تھی کہ ایک بال تراش لے کہ میاں نے جو جاگ ہی رہا تھا تلوار نکال بیوی کی گردن اڑا دی۔ غلام صاحب کا یہ ذرا سا جھوٹ ہوا۔

(۱۱۷) ایک جلاہے کے لڑکے کا بتاسہ مٹکے میں گر پڑا اور گرتے ہی گھل بھی گیا لونڈے نے جھک کر مٹکے میں دیکھا تو اپنی شکل نظر آئی۔ دوڑا دوڑا باپ کے پاس گیا اور کہا کہ دیکھو میرا بتاسہ اِس لونڈے

نے جو شکے میں بیٹھا ہی چھین لیا۔ یا واجان طیش میں گئے اور جھک
کر جو دیکھا تو اپنی شکل نظر آئی۔ کہنے لگے واہ صاحب یہ ایسی طیش
وفش آپ کو شرم نہیں آتی کہ لونڈے کا بتاسہ چھین لیا۔

(۱۱۸) ایک بیوقوف کو کہیں رستے میں پڑا ایک آئینہ مل گیا۔ اُٹھا کر
جو دیکھتے ہیں تو اُس میں شکل نظر آئی۔ فرمانے لگے "معاف کیجئے۔ مجھے
معلوم نہ تھا کہ یہ آپ کا ہے اور جھٹ وہیں رکھ کے چلتے ہوئے"

(۱۱۹) ایک جلاہے کا لڑکا کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا اُسے بڑا
ارمان تھا کہ دیکھوں گھوڑے پر کیوں کر چڑھتے ہیں چند دنوں کے
بعد اُس کی شادی ہوئی اور اُسے گھوڑے پر چڑھایا۔ گھوڑا جو کودا
تو اُس کا آسن اُکھڑ گیا اور وہ گھوڑے کی گردن پر آرہا۔ پھر گھوڑا کودا
تو دولھا میاں گھوڑے کے سر پر تھے تیسری دفعہ جو کودا تو یہ زمین
پر تھے۔ یاروں نے پوچھا کہ تجھے تو گھوڑے کی سواری کا بڑا شوق تھا
گر کیسے گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ بھائیو! جب گھوڑا ہی ختم ہو گیا تو
میں بیٹھا کس پر رہتا۔

(۱۲۰) دو جلاہے کشتی میں سوار تھے کہ کشتی طوفان میں آگئی۔ ایک جلاہا
گھبرا کر بولا کہیں کشتی ڈوب نہ جائے دوسرا بولا کہ ڈوب جائے تو ہماری تمہاری
بلا سے کشتی ڈوبنے کا غم کشتی والے کو ہونا چاہیئے نہ کہ ہم کو۔

(۱۲۱) ایک افیونی ریوڑیاں ٹھنگارتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ اتفاق
سے ایک ریوڑی گر گئی۔ آپ چراغ لے کر ڈھونڈنے لگے۔ لوگوں نے
پوچھا خصوصت کیا گر گیا۔ آپ بولے ریوڑی۔ انہوں نے کہا نہیں ملتی تو
جانے بھی دو ایسی کون سی بڑی چیز ہے۔
افیونی۔ جی ریوڑی کا غم نہیں گئی تو بلا سے گئی اندیشہ اس بات کا ہے کہ
کسی بے درد کے پالے پڑی تو خدا جانے کس بے دردی سے چبا جائے۔

(۱۲۲) ایک افیونی شام کو دو کلھڑے دودھ کے لایا کرتے تھے ایک
خود بدولت کے لیئے ایک اپنی بیوی کے لیئے۔ ایک دن دودھ رکھ کسی
کام کو چلے گئے آکر جو دیکھا تو ان کے حصّے کا دودھ بلّی چٹ کر گئی آپ
نے بیوی کو پکار کر کہا کہ بیوی میرا دودھ تو بلّی پی گئی۔ اب میں کس کا
دودھ پیوں گا۔ بیوی۔ خیر آج میرا دودھ پی لینا۔

(۱۲۳) ایک افیونی رات کو دودھ لینے گئے، جب واپس آئے تو پینک
میں گھر کا دروازہ نہ ملا آپ سمجھے کہ معمار غالباً دروازہ لگانا بھول گیا
جھٹ اُس کے گھر پہنچ آواز دینے لگے وہ نکلا تو آپ نے کہا واہ جی واہ
تم عجب آدمی ہو مکان تو بنا دیا مگر دروازہ رکھا ہی نہیں۔

(۱۲۴) ایک افیونی کسی علت میں حوالات میں بیٹھے پینک میں اونگھ
رہے تھے۔ ایک اور تازہ وارد مجرم صاحب تشریف لائے۔ آپ نے

چونک کر پوچھا تو کون؟ اُس نے کہا میں بنیا ہوں۔ آپ نیم باز آنکھوں سے بولے اچھا تو دھیلے کا گُڑ تو دے دے۔

(۱۲۵) ایک افیونی رستے پر قضائے حاجت کو بیٹھے کچھ گنگنا رہے تھے۔ ایک رہ روتے کان لگا کر سنا کہ کیا کہہ رہا ہے کہ "نکلتا کیوں نہیں میں تجھے کوئی کھا تو نہیں لیتا"۔

(۱۲۶) ایک افیونی چھت پر سے گر پڑے۔ نوکر سے پوچھنے لگے کہ ارے بھئی تو گرا یا میں۔ نوکر۔ میں نہیں حضور گرے۔

افیونی۔ تو ہار رہے۔

(۱۲۷) ایک کنجوس مسجد میں نماز کو جا رہے تھے رستے میں یاد آیا کہ وہ گھر کا چراغ تو بجھایا ہی نہیں۔ وہیں سے اُلٹے پھرے اور دروازے پر آ لونڈی کو آواز دی کہ چراغ گل کر دیجو مگر دروازہ نہ کھولیو کہ گھِسے گا۔

لونڈی۔ میں نے چراغ آپ کے جاتے ہی گل کر دیا آپ نے ناحق زحمت گوارا کی کہ گئے اور آئے مفت میں جوتی گھِسی۔

کنجوس۔ آفریں ہے تیری ہمدردی اور خیر خواہی پر۔ میں ایسا احمق نہیں میں نے پہلے ہی جوتی بغل میں داب لی ہے اب ننگے پاؤں آیا ہوں۔

(۱۲۸) ایک امیر کے ہاں شادی کی تقریب ہوئی تو باورچی کو کہا کہ ایک سیر کے سو طھا ماندے پکاتا اور دو مہمانوں کے آگے ایک ایک

رکھنا، اُس میں سے کھانوئیں سو کھاویں بچے سو رہے جاویں کسی کو روکنا نہیں۔ یہ بات سُن کر ایک اُن کے رفیق بولے کہ یہ شادی تو نہ ہوئی لوٹ ہوئی۔ آپ بولے "بندۂ درگاہ جب کیا کرتے ہیں ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ دُنیا میں سخی اور سوم کا نام رہ جاتا ہے"

(۱۲۹) ایک بخیل کے پاس ایک ڈیپوٹیشن آیا اور کسی مفید کام میں چندہ طلب کیا۔ دوستوں نے مجبور کیا دینا ہی پڑا آپ نے ایک ہزار کا چیک لکھ کر حوالہ کیا مگر دستخط نہ کیئے جب دستخط پر اصرار کیا تو کہنے لگے میں ایسے کارِ خیر میں اپنے نام کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔

(۱۳۰) کسی بخیل سے کسی شخص نے پوچھا کہ سب میں بہادر کون ؟

بخیل۔ جو اپنا ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرے اور جب بھوک لگے تو کسی امیر کے باورچی خانے کی دُور سے خوشبو سونگھ کر پیٹ بھرے۔

(۱۳۱) ایک صاحب نے اپنے نوکر سے کہہ رکھا تھا کہ جس دن کوّوں کا جوڑا ایک جا بیٹھے ہوئے دیکھنا مجھے فوراً خبر کرنا کہ یہ نظارہ بڑا مبارک ہے۔ ایک دن دو کوّے ایک جگہ بیٹھے دیکھ کر نوکر دوڑا گیا اور آقا کو بُلا لایا اُس کے آنے تک ایک کوّا اُڑ گیا ایک ہی رہ گیا۔ آقا بہت خفا ہوا اور نوکر کو جوتی کاری کرنے لگا اُسی دن صاحبِ خانہ کو دعوت کے کئی خوان آئے نوکر نے کہا حضور نے ایک کوّا دیکھا تو آپ کو یہ

تر قبر مال ملا اگر دو دیکھئے تو وہی ملتا جو ب مجھے ملا۔

(۱۳۲) ایک شخص نے اپنے نوکر کے ہاتھ ایک خط کسی دوست کو بھیجا نوکر نے غفلت سے وہ خط کہیں رستے میں گرا دیا۔ اور رستے میں سے ایک کورا کاغذ تہ کر کے آقا کے دوست کو دے دیا۔ کاغذ لپٹا ہوا دیکھ کر وہ بولے کہ شاید جلدی میں لفافہ بھی نہیں لکھا۔

نوکر۔ حضور لفافہ تو لفافہ انہوں نے تو مارے جلدی کے خط بھی نہیں لکھا اگر یقین نہ ہو تو دیکھ لیجئے۔

(۱۳۳) ایک انگریز بہت بد زبان تھا نوکروں کو "گدھے کا بچہ" کہہ کر پکارتا تھا۔ ایک نوکر نے کہا "حضور ماں باپ ہیں"۔

(۱۳۴) ایک آقا بجز گالی گلوج کے نوکروں سے خطاب کرتا تھا۔ نوکر اُس کی درشت زبانی سے عاجز تھے۔ ایک نوکر نے جرأت کر کے سب سے عرض کی کہ حضور میں سب باتیں اچھی ہیں مگر قصور معاف صرف ایک بات بُری ہے۔

آقا۔ حرام زادے وہ کیا۔ نوکر۔ بس یہی۔

(۱۳۵) ایک میم صاحب کو اپنے بچے کے لئے گدھی کے دودھ کی ضرورت تھی۔ میم صاحب نے صاحب سے کہا صاحب تازہ وارد اردو سے نابلد۔ صاحب نے خانساماں سے اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا "دل خانساماں

گدّا لاؤ" وہ جاکر کمہار کا گدھا پکڑ لایا۔ صاحب گدھے کو دیکھ کے بولے
ہم موافق گدّا نہیں ہم صاحب موافق گدّا لاؤ" یعنی گدھا (نر)
نہیں گدھی (مادہ) چاہیے۔

(۱۳۶) ایک فیونی صاحب کے ملازم روزانہ ان کے لیے سرِشام بازار
سے دو پیسے کا دودھ لاتے تھے مگر آدھا پانی ملا کر ایک پیسہ مار لیتے یہ
ہمیشہ شکایت کرتے کہ دودھ کیا ہوتا ہے پانی ہوتا ہے۔ آخر ان کو موقوف
کرکے دوسرا نوکر رکھا وہ پہلے سے بھی بڑھ گیا کہ پانی میں دودھ ملاتا
تھا۔ اسے بھی نکالا۔ تیسرے صاحب جو تشریف لائے وہ صرف
دمڑی کی ملائی لاتے اور میاں کی مونچھوں کی نوکوں کو ذرا سی چھیڑ کر
الگ ہو جاتے آقا جب پوچھتے ارے بھئی دودھ لایا؟ تو وہ کہتا کہ لایا
اور آپ پی بھی چکے ملاحظہ فرمائیے کیسا نفیس دودھ تھا اب تک آپ
کی مونچھوں کو چکنائی لگی ہوئی ہے۔

(۱۳۷) ایک جنٹلمین کا خدمت گار صاحب بہادر کے سامنے خط لے گیا
صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے جو چیز لایا کرو ٹرے (کشتی) میں رکھ
کے لایا کرو۔ دوسرے دن انہوں نے بوٹ مانگا نوکر ٹرے میں رکھ کے
لے گیا صاحب دیکھ کر دم بخود رہ گئے مگر کچھ بول نہ سکے۔ "خود کردہ را
علاجے نیست"

(۱۳۸) ایک صاحب گھوڑے پر سوار چلے جاتے تھے اور سائیس پیچھے پیچھے تھا۔ اتفاقاً کوئی چیز گر گئی۔ سائیس نے دیکھا نہیں تب آقا نے تاکید کی کہ جو چیز گر جایا کرے اُٹھا لیا کرو۔ پھر سواری میں ایک دن آقا گھوڑے پر سوار تھے۔ گرمی جو لگی اُنھوں نے اپنا دوشالہ اتار سائیس کے کندھے ڈال دیا۔ رستے میں جو گھوڑے نے لید کی سائیس نے اُٹھا جھٹ دوشالے میں باندھ لی گھر پہنچنے کے بعد دوشالہ مع لید آقا کے پیش کر دیا۔ آقا۔ اے مردود یہ کیا کیا؟ سائیس "حضور یہ پیچھے گری ہوئی چیز ہے"۔

(۱۳۹) ایک صاحب کا نام فخر الدین تھا اور اُن کے دوست کا نام لدھا تھا اور اُن کی مذاق کی عادت تھی کہنے لگے کیوں جی تمہارے نام پر اگر دو مرکز لگا دیں تو کیا ہو جائے۔ دوست۔ اجی وہی جو فخر کی ف اُڑا دینے سے۔

(۱۴۰) ایک صاحب نے اپنے نوکر سے کہا کہ تم کیسے نکھٹے آدمی ہو نہاتے تک نہیں۔ نوکر۔ حضور جن کے پاس میں پہلے نوکر تھا وہ ڈاکٹر تھے کہتے تھے کہ پیٹ بھرنے سے تین گھنٹے بعد نہانا چاہیئے۔ مگر قدوی جب سے اس سرکار میں نوکر ہوا ہے ایک دن بھی پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔ پھر نہاؤں کیسے؟

(۱۴۱) ایک صاحب نے خوش کر کے اپنے نوکر کو موتی دینے کا وعدہ کیا لیکن

دیا دیا خاک بھی نہیں۔ جب وہ وعدہ یاد دلاتا یہ گردن موڑ لیتے ایک دن اُسی امیر نے کسی اونٹ کو دیکھ کے پوچھا۔ کیوں جی! یہ ہمیشہ گردن کیوں ٹیڑھی رکھتا ہے؟

نوکر۔ غالبًا اس نے بھی کسی کو موتی دینے کیئے ہوں گے۔

(۱۴۲) ایک صاحب اپنے نوکر پر خفا ہوئے اور کہا ابے تو بھی کوئی آدمی ہے گدھے باہر جاکر بیٹھ" تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے آواز دی کوئی آدمی ہے؟" نوکر۔ حضور! آدمی کوئی نہیں ہے۔

آقا۔ اور تو کون ہے؟

نوکر۔ آپ فرما چکے ہیں کہ تو گدھا ہے پھر میں حضور کی بات کو جھوٹ کیسے جانوں

(۱۴۳) ایک امیر کو نوکروں کی عدم موجودگی کی ہمیشہ شکایت رہتی تھی جب دیکھو ڈیوڑھی پر آدمی ندارد۔ آخر اُنہوں نے مجبور ہوکر ایک دم سے دس بارہ بیسیوں دربان نوکر رکھے کہ اب تو دو چار آدمی ڈیوڑھی پر ہر وقت رہیں گے ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ صرف ایک بڈھا بیٹھا اونگھ رہا ہے۔ اُنہوں نے جھلا کے پوچھا اور سب کہاں گئے۔ نوکر نے کہا آپ گنتی دیکھ لیجئے۔ "رام سنگھ مر گئے چار چلانے کو گئے۔ بلدیو سنگھ روٹھ گئے دو منانے کو گئے۔ سنکر سنگھ بیمار گئے۔ ہم حاضر ہیں۔ امیر کو سوائے خاموشی کے کیا چارۂ کار تھا۔ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

(۱۴۴) ایک افغان نے بازار سے جامنیں خریدیں اتفاق سے اُن میں ایک بھونرا بھی آگیا۔ اُس کی بھن بھن کی آواز سن کر آپ بولے "چہ بھائی تم چے کرے یا پیں ہم نے پیسہ دیا ہی ہم کھائے گا" اور جھٹ جامنوں کے ساتھ بھونرے کو بھی چبا گئے۔

(۱۴۵) ایک پشاوری پٹھان کچھ کپڑا خرید کر قندہار ے جارہا تھا قندہار کے قریب ایک نالہ ہے کبھی کبھی اُس میں اوپر سے اتنا پانی آجاتا ہے کہ آدمی پار نہیں ہو سکتا۔ خاں صاحب جب نالے میں اُترے تو منّت مانی کہ اگر میں صحیح سلامت اُتر گیا تو دس گز کرپاس حضرت شاہ مقصود کی درگاہ پر چڑھاؤں گا۔ جب کنارے کے قریب پہونچا تو نیت بدل گئی۔ نیّت کا بدلنا تھا کہ دفعتہً پانی کا ایک ایسا ریلا آیا کہ لگے غوطے کھانے۔ اب خاں صاحب حواس باختہ ہو کر کہنے لگے "اُو شاہ مقصود منّت مایادر کن گز بیار و کرپاس ببر"

(۱۴۶) ایک رات بڑی سخت ژالہ باری ہوئی۔ علی الصباح ایک افغان نے اپنے کھیت کو جا کر دیکھا تو سارا پٹڑا ہو گیا تھا کہنے لگا۔ "ما ازخوفِ کافر شدن ہیچ نمی توانم گفت وے خدایا آں کار کردہ کہ طفلاں نمی کنند"

(۱۴۷) ایک پٹھان کسی عیسائی کے کنوئیں سے پانی لے کر استنجا کر

رہا تھا ایک شخص نے کہا "خان"! این چاہ نصرانیست نہ باید کہ از آب جس بدن را ناپاک کنی"۔ پٹھان نے جواب دیا "بابا خوف نیست آیا نشنیدی کہ سعدی چہ گفتہ:۔ سہ

گر آبِ چاہِ نصرانی نہ پاک است ٭ جہودِ مردہ می شوئی چہ باک است

(۱۴۸) ایک پٹھان نے دیکھا کہ ایک غریب چنے چبا کر خدا کا شکر کر رہا تھا۔ پٹھان سے رہا نہ گیا آنکھیں لال پیلی کر کے چلایا "او احمق کیا کرتا ہے چنوں پر شکر کر کے خدا کی عادت بگاڑتا ہے، چنوں پر شکر ہونے لگا تو بس گوشت اور پلاؤ مل چکا"

(۱۴۹) شیخ اور پٹھان میں قومیت کی نسبت بحث ہو رہی تھی شیخ نے کہا "اچھا یہ بتاؤ آج تک پٹھانوں میں کوئی نبی ہوا ہے" پٹھان بگڑ کر بولا "ہوا نہیں تو عیسٰی خاں اور موسٰی جو دونوں بھائی نبی ہو گزرے ہیں وہ شاید تمہارے چچا تھے"

(۱۵۰) ایک انگریز پٹھان پر طعن کر رہا تھا کہ تم پیسے کا غلام ہے جو روپیہ دے اس کی طرف سے لڑتا ہے اور ہم لوگ عزت کے واسطے لڑتا ہے پٹھان نے جواب دیا کہ "ما ہر دو جنگ می کنیم برائے چیزے کہ پیش خود نداریم"

(۱۵۱) ایک وکیل صاحب نے اپنے ایک دوست کو نارنگی دی۔ مگر وکیل صاحب کے دماغ کو قانون ایسا چڑ گیا تھا کہ بغیر قانونی اصطلاحات

کے ٹکڑا نہ توڑتے تھے تو فرماتے کیا ہیں "ہر گاہ میں نے تم کو ایک عدد نارنگی درو بست بلا جبر و اکراہ و بہ طیبِ خاطر بہ ثباتِ ہوش و عقل دی ہی لہذا میں قرینِ مصلحت سمجھتا ہوں کہ اُن تمام حقوقِ ملکیت سے جو مجھے منفردًا بلا شرکتِ احدے زیرِ بحث نارنگی کے متعلق حاصل تھے اور ہیں مِن مقرِ صدقِ دل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اُن جملہ حقوق کو درو بست تمہاری طرف منتقل کرتا ہوں مع اُس کے پوست پھانکوں وغیرہ کے جس سے تم کو تمامی اختیاراتِ ملکیت حاصل ہیں اور میں نے نارنگی کو اپنے قبضے سے نکال کے تمہارے قبضے میں دے دیا جب چاہیں اور جب چاہیں نارنگی مذکور الصدر کو سالم خود اپنے تصرف میں لائیں یا چیر پھاڑ کے اُس کے اجزا کو کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کو بذریعہ ہبہ بیع یا رہن کے منتقل کر دیں وغیرہ

عہ وغیرہ وغیرہ وکیل صاحب کی ابھی اسپیچ ختم نہ ہونے پائی تھی کہ وہ صاحب نارنگی چٹ کر گئے اور شئ متنازعہ ہی نہ رہی۔

(۱۵۲) ایک صاحب رات کو ریل میں ایسے غافل سوئے کہ جس سٹیشن پر اُترنے والے تھے وہ نکل گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دوسرا اسٹیشن تھا، نیند کی بوکھلاہٹ میں کہنے لگے "ہم فیل[1] کر گئے" ایک صاحب بولے جی نہیں یوں کہیئے کہ "پاس[2] کر گئے"۔

(۱۵۳) مجسٹریٹ ملزم سے۔ تم کو چوری کی علت میں چھ مہینے کی سزا دی جاتی ہی۔ ملزم۔ یہ تو بڑا ظلم ہے اس سزا کے مستحق میرے وکیل صاحب ہیں۔ مجسٹریٹ۔ یہ کیوں کر۔ ملزم۔ یہ اس طرح کہ چور دیہ

[1] چوک گئے۔ [2] سٹیشن سے گزر (آگے بڑھ) گئے۔ ۱۲

میں نے چڑایا تھا وہ سارے کا سارا وکیل صاحب کے محنتانے میں اُن کی جیب میں گیا میرے پاس کیا رہا جو میں سزا بھگتوں۔

(۱۵۴) ایک میم صاحب کا اظہار عدالت میں ہوا اُنہوں نے اپنی عمر بہت کم لکھوائی۔ دو برس کے بعد وہ پھر گواہی میں گئیں اور وہی عمر لکھوائی۔ مجسٹریٹ دیکھتے ہی پہچان گیا اور کہا کہ پہلے تم ہمارے اجلاس میں آئی تھیں۔ جب بھی تم نے یہی عمر لکھوائی تھی کیا دو برس گزرنے پر بھی تمہاری عمر نہیں بڑھی۔

میم صاحب۔ میں عدالت میں ایک ہی بات بولنا چاہتی ہوں ورنہ آپ مجھے حلف دروغی میں دھرلیں گے۔

(۱۵۵) مسافر (ہوٹل میں) تمہارے ہاں کا گوشت ایسا سخت ہے کہ کہیں پیٹ میں درد ہونے لگے۔

ویٹر[1]۔ آپ فکر نہ کریں ہم نے پیٹ کے درد کی دوا پہلے ہی بہت سی منگا رکھی ہے۔

(۱۵۶) زید مر گیا گرمیوں کے دن تھے دن بکر جنازے کے ساتھ عین دو پہر میں گیا۔ سر کی چندیا پگھل گئی۔ کہنے لگے خیر اب تو غلطی ہوئی آیندہ کبھی میں زید کے جنازے کے ساتھ نہ جاؤں گا۔

(۱۵۷) حجام چل دغا باز تجھ میں کون ہے جو تیری چوری کا حال

[1] خدمتگار۔ بیرا۔

نہیں جانتا تو بڑا اڈاکو ہی۔
چور۔ مگر تو بھی مجھ سے کسی طرح کم نہیں۔ میں تو خیرات ہی کو لوٹتا ہوں مگر تو دن دہاڑے لوگوں کو موتڈتا ہی۔
(۱۵۸) بیوی (شوہر سے) اگر میں مرگئی تو تم دوسری شادی کرلوگے؟
شوہر۔ کبھی نہیں۔
بیوی۔ تو غالباً تم کو مجھ سے بہت محبّت ہی۔
شوہر۔ جی یہ بات نہیں، بلکہ اس شادی سے ایسا تجربہ ہوا ہی کہ ساری عمر کو کافی ہی۔
(۱۵۹) ایک نیک ذات امیر کی نسبت سُنا گیا کہ وہ بڑا متّیر تھا لوگوں کو بہت دیتا دلاتا تھا جب دیتا تو اپنا ہاتھ چوم لیتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات ہی؟
امیر۔ میں ایسے ہاتھ کو کیوں کر نہ چوموں کہ اُس سے خدا تک پوہنچتا ہی اور خدا تک پوہنچاتا ہی۔
(۱۶۰) ایک نیک بخت شخص سے کسی نے کہا کہ دیکھئے آج ایک شخص سرِ راہ شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہی۔ اُنھوں نے کہا وہ پہلے ہی ہوش مند نہ ہوگا اگر ہوتا تو کب ایسا کام کرتا۔
(۱۶۱) ایک چالاک سپاہی سرائے میں وارد ہوئے۔ بھٹیاری کو

دیکھا کہ نہایت اُداس اور غمگین ہے معلوم ہوا کہ اس کی ایک جوان لڑکی حال میں مر گئی ہے۔ سپاہی صاحب جب روٹی پکوانے بھٹیاری کے پاس گئے تو بھٹیاری نے پوچھا "میاں تمہارا آنا کہاں سے ہوا؟ سپاہی۔ ہم اللہ میاں کے ہاں سے آتے ہیں بھٹیاری۔ اور جاؤ گے کہاں؟ سپاہی۔ جائیں گے کہاں؟ جہاں سے آتے ہیں وہیں جائیں گے۔ بھٹیاری۔ تم نے میری جھمّو کو بھی دیکھا ہے سپاہی۔ دیکھا کیوں نہیں۔ مگر بُرے حالوں ہے۔ نہ پہننے کو کپڑا ہے نہ بدن پر زیور کا ایک تار ہے۔ ماں کی مامتا بے قرار ہو گئی اور سپاہی سے کہنے لگی میاں تم جاتے تو وہیں ہو اگر میں کچھ دوں تو اُسے پونہچا دو گے۔ سپاہی۔ میرا کیا حرج ہے۔ ضرور پونہچا دوں گا۔ بھٹیاری نے اپنی بیٹی کے کچھ کپڑے اور اُس کے ساتھ دو تین جوڑے اور نئے جو اپنے لیئے سلوائے تھے اور اُس کا کل زیور سپاہی صاحب کے حوالے کیا۔ وہ صبح سویرے سے چلتے ہوئے۔ بھٹیارا جب آیا اور اُس نے سُنا تو سر پیٹ لیا اور کہا کہ اری پاگل کوئی خدا کے ہاں جا کر بھی آتا ہے۔ بھلا بتا تو وہ کدھر گیا ہے۔ بھٹیاری نے کہا وہ اس سڑک سے ابھی ابھی گیا ہے۔ بھٹیارا اپنے ٹٹو کو دوڑاتا ہوا چلا، تھوڑی دور چلنے کے بعد کچھ فاصلے پر ایک آدمی جاتا ہوا نظر پڑا یہ

سمجھ گیا۔ کہ ہونہ ہو یہی بدمعاش ہے۔ سپاہی نے جو مڑ کر دیکھا کہ ایک شخص ٹٹو دوڑائے چلا آتا ہے۔ چور کے پاؤں کہاں، وہ بھی تاڑ گیا کہ بھٹیارا آگیا اور بھاگا۔ مگر کہاں سوار اور کہاں پیدل۔ بھٹیارے نے آن لیا۔ جب بالکل قریب آگیا تو یہ جھپٹ کر درخت پر چڑھ گیا۔ ہر چند بھٹیارے نے اترنے کو کہا مگر یہ کیا اترنے والا تھا۔ کہا کہ ہم اللہ میاں کے ہاں جارہے ہیں۔ بھٹیارے نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح اترتا نہیں تو خود بھی درخت پر چڑھ گیا۔ اس کا چڑھنا تھا کہ دوسری طرف سے سپاہی دھم سے کود ٹٹو لے یہ جا وہ جا۔ آخرکار میاں بھٹیارے نے کہا کہ ارے میاں سپاہی تم جا تو رہے ہی ہو یہ ٹٹو بھی حضور ہی کو دے دیتا۔

(۱۶۲) لوگوں نے ایک احمق سے پوچھا کہ تو بڑا یا تیرا بھائی بڑا؟ اُس نے کہا اب تو میں بڑا ہوں لیکن اگلے سال میں اور وہ برابر ہو جائیں گے۔ پھر وہ مجھ سے بڑھ جائے گا۔

(۱۶۳) ایک ظریف کسی الزام گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ جرم ثابت تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی ناک میں ایک سوراخ کردو۔ ظریف۔ دو سوراخ تو خدا نے پہلے ہی کر دیئے ہیں۔ حضور تیسرے سوراخ کی کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟

(۱۶۴) ایک مجذوب سے کسی نے پوچھا کہ تم ہمیں پہچانتے ہو؟ مجذوب نے کہا دیوانوں کو کس لیئے پہچانوں۔ پھر پوچھا خدا کو بھی پہچانتے ہو؟ کہا کیوں نہیں پہچانتا، جان تن میں ڈالی ہی اور کپڑے بدن سے اُتار لیئے میری عقل کے شیشے کو پتھر مارکے چور کردیا اور شہر کے لونڈوں کو میرے پیچھے لگادیا

(۱۶۵) لوگوں نے ایک دیوانے کو دیکھا کہ پوستین اُلٹی پہنے ہوئے دوڑ رہا ہی۔ لوگ ہنسنے لگے۔ دیوانے نے کہا تم جو ہنستے ہو، پاگل ہو۔ میں نے خدا کی بناوٹ پر عمل کیا ہی اگر یہ وضع اچھی نہ ہوتی تو خدا جانوروں کی پشم کھال کے اندر پیدا کرتا نہ کہ اوپر۔

(۱۶۶) ایک لڑکے نے کسی بزرگ سے گستاخی کی۔ بزرگ نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑکے چاہا کہ سزا دے۔ لڑکا بولا یا حضرت! مجھ سے جو قصور سرزد ہوا وہ ایسی حالت میں کیا جب کہ میری عقل زائل ہوگئی تھی۔ مگر آپ جو کر رہے ہیں وہ عقل ہونے پر کر رہے ہیں۔ بزرگ ہنس پڑا اور اُس کا قصور معاف کر دیا۔

(۱۶۷) ایک رند نے اتنی شراب پی کہ بے ہوش ہوکر درِ میخانے پر پڑا تھا محتسب نے آکر ایک ٹھوکر رسید کی اور کہا کہ اے خانہ خراب اُٹھ تجھے درِ عدالت تک لے چلوں۔ اُس نے کہا کہ تیری عقل کا خانہ خراب اگر مجھ میں چلنے کی طاقت ہوتی تو اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا۔

(۱۶۸) ایک غریب کڑاکے کے جاڑے میں کسی سرد ملک میں جانکلا۔ چوں کہ اوڑھنے کو کچھ نہ تھا ٹھٹر گیا پوچھنے لگا، آفتاب کس برج میں ہوگا۔ لوگوں نے کہا "عقربؔ" میں۔ اُس نے کہا خدا لعنت کرے عقرب پر کہ زمین پر بھی جان کا آزار دیتے والا ہی اور آسمان پر بھی۔

(۱۶۹) ایک شخص پیغمبری کا دعویٰ دار تھا۔ بادشاہ نے کہا کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اُس نے کہا جو کہیے بادشاہ نے ایک قفلِ ابجد سامنے ڈال دیا کہ اِسے کھولو۔ اُس شخص نے کہا مَیں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہی۔ لوہار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا"۔

(۱۷۰) ایک دیہاتی شہر میں آئے، دیکھا کہ بازار میں حلوائیوں کی بڑی بڑی دکانیں مٹھائی سے لبریز لگی ہیں انواع و اقسام کی مٹھائیاں دیکھ کے دل للچایا۔ مٹھائی کا ایک مٹھا اُٹھا ہی لیا حلوائی نے لپک کے چھیننا چاہا۔ آپ جھٹ نگل گئے اور کہا کہ "لو ہمارا ہوا نہ تمہارا"۔

(۱۷۱) ایک احمق کا گدھا چوری گیا اُس کے نقصان پر لوگوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ سُنا کہ وہ سجدۂ شکر میں پڑا خدا کا شکر کر رہا ہی۔ لوگوں نے پوچھا ارے بھئی یہ کیا شکر کا موقعہ ہی؟ اُس نے کہا کہ شکر کا موقعہ کیوں نہیں شکر اِس بات کا ہی کہ میں گدھے پر سوار نہ تھا ورنہ میں بھی چوری جاتا۔

ا۔ آسمان کے بارہ برجوں میں ایک عقرب بھی ہی اور عقرب بچھو کو بھی کہتے ہیں ۱۲۔

(۱۷۲) ایک شخص کسی عابد کے گھر میں مہمان ہوئے، مکان تھا بوسیدہ۔
کڑیاں جھکی ہوئی چٹ چٹ کر رہی تھیں اس نے کہا حضرت مجھے کسی
اور جگہ لے چلیئے ایسا نہ ہو کہ گھر مجھ پر آ پڑے۔ عابد نے کہا ڈر کی کچھ بات
نہیں، کڑیاں تسبیح و تہلیل کرتی ہیں کرتی ہیں۔ اُس نے کہا تو مجھے اندیشہ
ہے کہ تسبیح کرتے کرتے کہیں سجدے میں نہ گر پڑیں۔

(۱۷۳) ایک امیر بڑے ممسک تھے ایک مفلس نے اُن سے جاکر کہا کہ
میرا اور تیرا باپ آدم اور ماں حوا۔ پس آپس میں ہم بھائی بھائی ہوئے
تم تو عیش و عشرت میں رہے اور میں مفلسی میں، یہ کیا بات ہے میرا حصّہ
دلوائیے امیر نے ایک پیسہ اُن کے حوالے کیا۔ اُس نے کہا خوب یہ
نامنصفانہ حصّہ رسی کیسی؟ امیر نے کہا چپ رہ کہیں اور بھائیوں
کو خبر ہو جائے گی تو یہ بھی تجھے نہ پہنچے گا۔

(۱۷۴) ایک ملّا صاحب دربارِ شاہی میں جوتیوں سمیت چلے آئے
لوگ اُن کی اس حرکت پر متحیر ہوئے بادشاہ نے پوچھا "ایں چہ
کاراست کہ کردہ" ملّا نے کہا "ہیچ نہ کردہ بر حدیثِ نبوی عمل کردہ" بادشاہ
نے کہا "او چہ گو نہ گفتہ" ملّا صاحب۔ "النعلین[1] تحت العینین" یہ سن کر
بادشاہ اور سب اہلِ دربار ہنس پڑے۔

(۱۷۵) بیربل تو حاضر جواب تھے ہی مگر ایک حجام اُن کا بھی گرو نکلا

[1] جوتیاں آنکھوں کے سامنے رکھنی چاہییں۔ ۱۲

ایک دن حجامت بنا رہا تھا۔ سر چھلا اُسترا لگ گیا اور خون نکل آیا۔ بیربل نے کہا "ارے کم بخت تو نے غضب کیا میرا سر کاٹ ڈالا۔

حجام۔ بھلا راجہ صاحب کہیں سر کٹا آدمی بھی بولا کرتا ہی۔

(۱۷۶) آقا (خراب دودھ دیکھ کر نوکر سے) بھلا تیا ؤ ایسا خراب دودھ کوئی پی سکتا ہی؟

نوکر۔ "حضور بندہ پی سکتا ہی" اور جھٹ گلاس اُٹھا منہ کو لگا غٹ غٹ پی گیا۔

(۱۷۷) ایک اندھا رات کو چراغ لیئے لکڑی ٹیکتا آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ ارے بھائی تمہیں دکھلائی تو دیتا نہیں۔ چراغ کس کے لیئے پھرتے ہو۔

اندھا۔ یہ تو دوسروں کے لیئے ہی کہ کہیں مجھے ٹکّر نہ دیں۔

(۱۷۸) ایک اندھے نے دعوت میں کھیر کھائی بڑے مزے کی لگی پوچھا کھیر کیسی ہوتی ہی؟ کسی نے کہا سفید بگلا جیسی۔ اس بے چارے نے بگلا کب دیکھا تھا۔ انہوں نے ہاتھ سے بگلے کی شکل بتلائی اندھے نے ٹٹول کر دیکھا اور کہا "اوہو یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہی"

(۱۷۹) ایک اندھے کی بیوی کہنے لگیں "دیکھو! میں کیسی خوب صورت ہوں، سارے شہر میں میرے حسن و جمال کی دھاک ہی"

اندھا۔ بے شک، سچ کہتی ہو۔ تم خوب صورت تھیں جب ہی تو ایک

انڈے کے سر منڈھی گئیں۔

(۱۸۰) ایک فقیر نے کسی گھر پر سوال کیا۔ جواب ملا "یہاں روٹی نہیں پکتی"۔ فقیر (روٹی پکنے کی آواز سن کر) اور یہ جوتیاں کس پر پڑ رہی ہیں۔

(۱۸۱) نوکر۔ ایک فقیر پر جو پکڑا گیا ہے

فقیر کس سے پکڑا گیا، باندی سے یا بیوی سے ؟

(۱۸۲) لڑکا (باپ سے) آبا جب میری شادی ہوگی تو میں تمہیں شادی کا کیک نہیں بھیجوں گا۔ باپ۔ کیوں ؟

بیٹا۔ بدلہ کو بدلہ۔ آپ نے اپنی شادی کا کیک مجھے کب بھیجا تھا ؟

(۱۸۳) تین احمق ایک جگہ بیٹھے تھے ایک بیوقوف کے دامن میں دس انڈے تھے۔ دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم یہ بتلا دو کہ میرے دامن میں کیا ہے تو انڈے تمہارے "اگر بتلا دو کہ کتنے ہیں تو دسوں تمہارے"۔ اُس نے کہا کہ میں کچھ خدا تو نہیں جو غیب کا حال بتا دوں کچھ اتا پتا بتاؤ تو عقل لڑاؤں تیسرا بولا میں سمجھ گیا دس گاجریں دس مولیوں کے اندر ہیں"۔ یہ نقل ایک محفل میں بیان کی جا رہی تھی۔ کہ ایک خراسانی گھبرا کر بولے تو پھر یہ تو کہو کہ آخر یہ بھی معلوم ہوا کہ دامن میں تھا کیا۔ اس پر ایک فرمائشی قہقہہ لگا اور جو لوگ اس لطیفے کو من گھڑت سمجھتے تھے اُن کو بھی تصدیق ہوگئی کہ دنیا میں ایسے بیوقوفوں کی کمی نہیں ہے۔

(۱۸۴) ایک سائیس گھوڑا لیئے چلا جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ گھوڑا کس کا ہے؟ سائیس۔ جس کے ہم نوکر ہیں۔
راہ رو۔ اور تم نوکر کس کے ہو؟
سائیس۔ جس کا یہ گھوڑا ہے۔

(۱۸۵) تین بیوقوف آپس میں باتیں کر رہے تھے کیوں جی اگر تالاب میں آگ لگ جائے تو یہ مچھلیاں کدھر جائیں؟
دوسرا۔ کدھر جائیں سب درخت پر چڑھ جائیں۔
تیسرا۔ تو بھی بڑا ہی بیوقوف ہے مچھلیاں بھی کیا گائے بھینسیں ہیں جو درخت پر چڑھ جائیں گی۔

(۱۸۶) آقا (نوکر سے) ارے! ذرا اندر سے فقط تکیہ اُٹھا لاؤ۔ نوکر کو جا کر بہت دیر ہوئی آقا نے آواز دی ارے مردود! تجھے خدا غارت کرے کیا اب تک تکیہ نہیں ملا؟
نوکر۔ جی تکیہ تو جب ہی مل گیا مگر فقط کو ڈھونڈ رہا ہوں ابھی تک تو ملا نہیں۔

(۱۸۷) ایک آقا نوکر سے بہت جلے ہوئے تھے کہنے لگے "تجھ سے خدا سمجھے"۔ نوکر۔ میاں خدا اس سے زیادہ کیا سمجھے گا کہ آپ کے پاس نوکر رکھا دیا۔

(۱۸۸) ایک بیوقوف نے نئی جوتی پہنی اور ایک درخت کے نیچے سوگئے

کسی بدمعاش نے ان کو دیکھا غافل، ان کی نئی جوتی اتار اپنی پرانی جوتی پہنا چلتا ہوا۔

تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی والا آیا ان کو سرِ راہ پڑا دیکھ کر کہا میاں اپنی ٹانگیں رستے پر سے ہٹا لو۔ اس آواز پر یہ چونک پڑے دیکھا تو پاؤں میں وہ جوتی نہیں۔ آپ ویسے ہی لیٹے رہے اور کہنے لگے "یہ ہماری ٹانگیں نہیں ہیں کیوں کہ میرے تو نئے جوتے تھے"!

(۱۸۹) ایک بہرا بازار سے دو چار بینگن لے کر گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دوست ملا، اس نے پوچھا "کہو، تمہارے بال بچے تو اچھے ہیں" بہرا۔ (یہ سمجھ کر کہ شاید بینگنوں کو پوچھ رہا ہے) کہا کہ سب کا بھرتہ کروں گا۔

(۱۹۰) ایک میراثی کسی امیر کے ہاں گانے گیا۔ امیر نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ ہمارا یہ دستور ہے کہ جب کسی کو انعام دیتے ہیں تو داڑھی پر ہاتھ پھرا کر دیکھ لیتے ہیں۔ جتنے بال ہاتھ میں آ گئے اتنے ہی روپیے دے دیئے۔ تمہاری قسمت میں کچھ نہیں تھا دیکھو ایک ہی بال ہاتھ میں آیا۔

میراثی۔ مگر حضور یہ تو انصاف نہیں ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ داڑھی ہو حضور کی اور ہاتھ ہو میرا پھر دیکھوں کہ کتنے بال مٹھی میں آتے ہیں۔ امیر ہنسا اور کچھ دے دلا کر میراثی کو رخصت کیا۔

(۱۹۱) ایک جلاہے کو اُس کے پیر نے کہا کہ تو اُس دن مرے گا جس دن تیرے حلق سے خون آئے گا۔ ایک دن اتفاق سے جلاہے کے مسوڑوں سے کچھ خون نکلا اُسی وقت لمبے لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ پیر صاحب کی بات سچ ہوئی میں مرگیا تو جا ہمسایوں کو بلا لا کہ میرے کفن دفن کی طیاری کریں۔ عورت بھی جلاہے ہی کی تھی۔ اُس نے جا کر کہا مگر کوئی آیا گیا نہیں۔ تب آپ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ میری میّت میں نہ آئیں گے تو میں بھی مرنے کے بعد کبھی ان کے ہاں نہ جاؤں گا۔

(۱۹۲) ایک افیونی پینک میں تھے آسمان پہ جو نظر پڑی شفق کی سرخی دیکھ کر کہنے لگے "اوہو آسمان میں آگ لگی ہے۔ اسے کسی طرح بجھانا چاہیئے۔ لیٹے ہی لیٹے ٹانگیں اُٹھا کے آسمان کی طرف پیشاب کی دھار ماری۔ سارا پیشاب اُلٹا مُنہ پر آیا۔ تو بولے بس بس آگ بجھ گئی جب ہی تو بچا کھچا پانی پلٹ آیا۔

(۱۹۳) ایک جنٹلمین وکیل صاحب کوٹ پتلون ڈٹ کے ہوا خوری کو نکلے۔ کھیت پر سے گزر ہوا کسان دیکھ کر بولا "ہجور تم کون ہو؟" وکیل۔ ارے ہم وکیل صاحب ہیں۔

کسان۔ نہیں ہجور۔ صورت سے تو تم بھلے آدمی معلوم پڑتو ہو۔"

(۱۹۴) ایک دن کوئی قاضی صاحب شب کے وقت مطالعہ میں مستغرق تھے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ جس کی ڈاڑھی یک مشت دو انگشت سے لمبی ہو وہ بے وقوف ہوتا ہے۔ آپ نے جھٹ اپنی ڈاڑھی ناپی وہ اس سے بڑی تھی۔ ڈاڑھی کو جتنی زاید تھی ناپ کر چراغ کی لو پر رکھ دیا جب جلنے لگی ہاتھ چھوڑ دیا ساری ڈاڑھی بھک سے اُڑ گئی اور اُس قول کی تصدیق ہو گئی۔

(۱۹۵) ایک دن ایک قاضی صاحب نے خواب میں شیطان کو دیکھا۔ فوراً لاحول پڑھ کے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر دو طمانچے کس کے رسید کئے چوٹ سے آنکھ کھُل گئی تو یہ دیکھ کر کہ اپنی ڈاڑھی اپنے ہی ہاتھ میں ہے بہت خجل ہوئے۔

(۱۹۶) ایک شخص کے ہاں کئی بیٹیوں پر بڑھاپے میں بیٹا ہوا مگر اُس کا رنگ بہ نسبت لڑکیوں کے سانولا تھا کسی نے مذاقاً پوچھا کہ "یہ کیا بات" بولے بھائی صاحب یہ دیگ کی کھُرچن ہے۔

(۱۹۷) ایک صاحب حد درجے کے کنجوس تھے۔ ایک صاحب ملنے گئے اور ایسے جم کے بیٹھے کہ کھانے کا وقت آگیا مگر ٹلے نہیں صاحب خانہ بہت حزیں ہوتے۔ خدمت گار سے کہا پاخانے میں لوٹا رکھو یہ کہہ کر اندر گئے اور شکم سیر ہو کر واپس آئے۔ اتفاقاً مونچھ میں ایک

چاول لگ رہا تھا۔ یہ شخص بیٹھا ہی تھا۔ سمجھ گیا کہ کھانا آڑا کر آیا ہے۔ کہا "اجی حضرت! آپ کی مونچھ کو پائخانہ لگا ہے ذرا جھٹک لیجئے۔

(۱۹۸) ایک ڈاکٹر نے مریض کے سینے کو ٹھونک کر کہا، اوہو! بڑا سخت ورم ہے۔ مریض۔ جی نہیں یہ میری پاکٹ بک ہے۔ اس کو بہت جلد رفع کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا اس میں میری ساری عمر کی کمائی کا حساب کتاب ہے۔

(۱۹۹) ایک چمار سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے پیدا ہوئے؟ چمار۔ بھگوان نے آسمان سے ایک تربوز پھینکا تھا جو زمین پر گرتے ہی دو ٹکڑے ہوگیا ایک میں ہندو دوسرے میں مسلمان سماگئے اور بیچ کا گودا ہم ہیں۔

(۲۰۰) ایک قاضی صاحب کی جورو بڑھاپے میں مرگئی شامت جو آئی گھر میں ایک جوان عورت کو لے آئے۔ لاڈلی بیوی نے شکایت کی کہ تمہارا لونڈا بڑا گستاخ ہے مجھے "ماں" نہیں کہتا" قاضی صاحب نے کہا دیکھو تو اس مردود کی کیسی خبر لیتا ہوں اس کی کیا مجال ہے جو تم کو "ماں" نہ کہے۔ وہ تو کیا اس کا باپ بھی تم کو ماں کہے پر کہے

(۲۰۱) ایک آقا نے اپنے دیہاتی نوکر سے کہا جا بازار سے کشمش لے نوکر بولا ابھی دکانیں نہیں کھلیں۔ جا اُلو کا پٹھا، لے آ۔ یہ کشمش تو

بھول گئے اُلّو کا پٹھا تلاش کرنے لگے جس سے مانگتا وہ بے قوف سمجھ کر کہہ دیتا کہ آگے جا۔ آخر کار ایک دکان دار کے پاس جا کر اُلّو کا پٹھا مانگا۔ وہ سمجھا کہ گالی دیتا ہی پکڑ کر خوب جُتیایا۔ نوکر روتا ہوا گھر واپس آیا اور کہا "اُلّو کا پٹھا تو منگاتا ہی اور مار کھاتے ہیں ہم"

(۲۰۲) ایک میراثی کسی گاؤں کو جا رہا تھا۔ راستے میں ایک شخص ملا اُس نے پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے کہا میں میراثی ہوں۔ پھر بولا تم کے بھائی ہو۔ میراثی نے کہا ہم چار بھائی ہیں ایک موچی ہی، دوسرا لوہار، تیسرا تیلی اور میں میراثی۔

راہ رو۔ (حیران ہو کر) یہ کیسے ؟

میراثی۔ یہ ہماری امّاں جان کی کرتوت ہی۔

(۲۰۳) چار دوست مِل کر کہیں سے اپنے گاؤں کو آ رہے تھے۔ جس میں ایک مُلّا تھا۔ دوسرا براہمن، تیسرا ترکاری فروش، چوتھا پہلوان۔ کہ جنگل سے ایک تیتر کی آواز آئی۔ مُلّا نے کہا دیکھو تیتر کیا خوش الحانی سے چہک رہا ہی "سبحان تیری قدرت" برہمن بولا نہیں نہیں یہ کہتا ہو "سیتا رام جسرتھ" ترکاری فروش نے کہا یہ کہہ رہا ہی "لہسن پیاز ادرک"۔ پہلوان نے کہا میری سمجھ میں تو یہ آتا ہی۔ "کھا گھی اور کر کسرت"

(۲۰۴) مرغ کی اذان سن کر ایک سید صاحب بولے سیدوں کا مرغا "مصطفیٰ" تو کہتا ہے"
پٹھان بولا۔ اور ہمارا مرغا صبح ہی صبح کہتا ہے" کیا پکائے خاں"؟
بیگار نے کہا اور ہمارا مرغا یہ کہتا ہے" تتا پو بینوسے" (تلنگی زبان ترجمہ بیگار کی پوٹلی لے کر گیا ہے"

(۲۰۵) کسی جلاہے کے پاس ایک گائے تھی جسے اُس کی ماں دوہا کرتی تھی، ماں مرگئی تو اُس کی عورت دوہنے بیٹھی۔ گائے ماں سے ہلی ہوئی تھی، اجنبی صورت سے بدک گئی اور لاتیں مارنے لگی۔ اُس پر جلاہے نے آکر اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھراکر چمکارا اور کہنے لگا "تاتا ماں ہے ماں"

(۲۰۶) ایک منشی صاحب سفید پوش ٹٹو پر سوار چلے جاتے تھے ٹٹو کے بار بار اُچھلنے کودنے سے منشی صاحب سرکتے سرکتے دُم پر جا پہنچے۔ کسی راہ رونے کہا منشی جی اوپر کھسک کے بیٹھو ورنہ گر جاؤ گے۔ منشی صاحب بولے تو بڑا بیوقوف ہے، تو اپنی راہ لگ تجھے ان کاموں سے کیا تعلق۔ جس طرح ہم کو ہمارے سائیس نے بٹھادیا ہے۔ اسی طرح ہم بیٹھے چلے آتے ہیں۔

(۲۰۷) ایک جاٹ سے کسی نے چھیڑنے کو کہا جاٹ رے جاٹ

تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ نے جواب دیا کہ تیرے سر پر کولھو۔ کسی نے کہا تُک سے تُک تو ملا ہی نہیں۔ جاٹ بولا "پڑا نا ملو، سُسرا بوجھوں تو مرے گا"

(۲۰۸) ایک چوبے جی بیل پر سوار چنے پرمل ٹھنگار کرتے چلے جاتے تھے۔ رستے میں ملے ایک پنڈت جی اُنہوں نے کہا۔ "چوبے جی بیل پر سوار چنے پرمل کھاتے چلے جا رہے ہو، چوکے میں بیٹھ کر کیوں نہیں کھاتے؟"

چوبے جی۔ پنڈت جی۔ سینئے۔ گوبر جسے تم پاک سمجھ کر اُس سے چوکا لگاتے ہو وہ اس بیل کے پیٹ میں موجود ہے اور ہم اُس کی پیٹھ پر سوار ہیں پھر کچھ کھا لینے میں قباحت کیا ہے؟ جواب تھا معقول پنڈت جی کو کچھ بن نہ پڑا اپنے رستے پر سیدھے ہو لیئے۔

(۲۰۹) ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا "کیوں جی اگر بادشاہت کو زوال نہ ہوتا تو کیا خوب ہوتا"

وزیر۔ تو پھر آپ بادشاہ کیسے ہوتے؟ یہ جواب سُن کر بادشاہ کو خاموش ہونا پڑا۔

(۲۱۰) ایک شاعر نے کسی امیر کی شان میں ایک قصیدہ لکھا مگر کچھ نہ ملا۔ پھر ہجو لکھی کچھ نہ ملا۔ تیسرے دہلے میں جاکر امیر کے

دروازے پر ڈھئی دی۔ امیر نے پوچھا اب کیوں تشریف لائے؟
کہا آپ کا مرثیہ لکھنے کو۔

(۲۱۱) ایک شخص کسی بڑے عہدے پر جا پوہنچے۔ پُرانے ملنے والوں میں سے ایک صاحب مبارک باد دینے گئے۔ اُن کے دیدے پھٹ گئے تھے اُنہوں نے نہ پہچانا یا پہچانا اور تجاہلِ عارفانہ کیا۔ بہرحال چندرا کے پوچھا "آپ کون ہیں، کیسے تشریف لائے ہ" دوست نے جل کر کہا "میں نے سُنا تھا کہ آپ اندھے ہو گئے اِس لئے تعزیت کو آیا ہوں۔

(۲۱۲) ایک زمیندار بڑا ظالم تھا۔ رعایا کو طرح طرح کی تکلیفیں پوہنچاتا تھا اور حکومت کے نشے میں تُل تھا۔ چودہری صاحب ایک دن چلے جا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ تالاب میں دھوبی کپڑے دھو رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ کپڑے تو ہمارے بھی میلے ہو گئے ہیں، لاؤ کھڑے گھاٹ دھلوا ہی نہ لیں۔ ڈانٹ کر دھوبی سے کہا "اُبے دھوبی، سُنتا نہیں، ہمارے کپڑے ابھی دھودے!" وہ بے چارہ ان کی شکل دیکھ کے سہم گیا کہنے لگا "بہت اچھا حضور! کپڑے اُتار دیں میں ابھی دھو دیتا ہوں"۔ زمیندار صاحب کو اتنے جواب کی تاب کہاں تھی بہت برہم ہو کر کہنے لگے "اُبے اُلّو کے پٹھّے ہم اور برہنہ

ہو جائیں۔ تو ہمارے کپڑے جسم پر ہی دھو دے۔ دھوبی نے کہا "جو حکم" دھوبی نے ڈر کے مارے چودھری صاحب کو وہیں تالاب کے کنارے بٹھا کے اُن کو مع کپڑوں کے نہلانا شروع کیا۔ جب کپڑے صاف ہو گئے تو دھوبی نے کہا۔ حضور چراگاہ میں بیٹھ جائیں کہ کپڑے خشک ہو جائیں۔ پاس ہی چنوں کا ہرا بھرا کھیت تھا آپ اُس میں جا بیٹھے۔ دل میں کہنے لگے کہ بے کار بیٹھنے سے فائدہ لاؤ کچھ شغل ہی کرو۔ بوٹ توڑ توڑ فراغت سے کھانے لگے۔ قضا را کھیت والا بھی آ پہنچا اُس نے دور سے ہی للکارا کہ کھیت میں کون ہے؟ مگر یہاں کون سنتا تھا اپنے کام سے کام تھا۔ کھیت والے نے جب یہ دیکھا کہ یہ سنتا ہی نہیں اور بوٹ توڑے چلا جاتا ہے۔ چپکے چپکے دبے پاؤں پیچھے سے آ کر نمبردار پر جوتے برسانے شروع کیے۔ تب آپ دھوبی سے پکار کر فرماتے ہیں "کیوں بے یہ کیا بات ہے، ٹھہر جا تجھ سے سمجھوں گا۔ دھوبی نے جواب دیا "چودھری جی بات کیا ہوئی کپڑے میں نے دھوئے کندی اُس نے کر دی"۔

(۲۱۳) کسی نے بچھو سے دریافت کیا کہ یہ سبب کیا ہے جو تو جاڑوں میں اپنے بِل سے باہر نہیں نکلتا۔ بچھو نے جواب دیا "گرمی میں ہی میری کون سی عزت ہوتی ہے جو جاڑوں میں گھر سے باہر نکلوں"۔

(۲۱۴) ایک رند مشرب کی بیوی بڑی پارسا، عابدہ اور زاہد تھی۔ دن رات اُسے عبادتِ الٰہی سے کام تھا۔ ایک دن شوہر صاحب بھی ایسے وقت تشریف لائے کہ وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز پڑھتے دیکھ کے پوچھا کیوں بیوی مرد تو اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ ایک ایک کو ستّر ستّر حوریں ملیں گی۔ برائے مہربانی آپ فرمائیے کہ آپ کا منشا نماز پڑھنے سے کیا ہے؟ بیوی بے چاری شرما کر چُپ ہو رہی۔

(۲۱۵) مشہور ہے کہ کسی شاعر نے ایک شعر کہا اور اُس کی داد آسمان سے چاہی اوپر سے چیل نے بیٹ کر دی۔ شاعر نے کہا ع

"سخن فہمی عالمِ بالا معلوم شد"

(۲۱۶) ہم ہتھیار کیا کریں گے؟ کانگریس کے پردہان (امیر مجلس) نے اپنے ججمان انگریزوں سے درخواست کی ہے کہ اب ہندوستانیوں کو ہتھیار مل جانے چاہئیں تاکہ وقت بے وقت ملک کے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ہتھیاروں کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستانیوں کے پاس گالیوں کوسنوں کی کیا کمی ہے؟ یہ ہتھیاری چیزیں ہاتھ میں لیں یہ وقت تو ایک عام جلسۂ شکر منعقد کرنے کا تھا جس میں ایک خاص رزولیوشن اور تھینکس پاس کیا جاتا کہ سرکار نے بددعاؤں اور گالیوں پر اپنی مہربانی

سے لیسنس نہیں لگایا ہم کالوں کی تو وہ کالی زبان ہے کہ اگر جی لگا کر دانت کچکچا کر کوسنے دیں تو جرمنی کے بڑے منہ کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں ہتھیار ہاتھ میں آئیں گے تو ملکش مسلمان گالیاں چھوڑ کر خواہ مخواہ جیو ہتیا پر اُتر آئیں گے۔ (خواجہ حسن نظامی)

(۲۱۷) ایک بلی نے شیرنی پر طعنہ کیا کہ تو کیا میری برابری کرے گی میں ایک جھول میں دس بچے دیتی ہوں اور تو صرف ایک۔ شیرنی نے جواب دیا مگر میرا بچہ بڑا ہو کر شیر ہوتا ہے۔

(۲۱۸) **موتی محل دنیا میں**۔ جن کو بہشت کے قصرِ گوہر کا یقین نہ تھا۔ اُنہوں نے گوہر جان کے وجود کو موتی محل تصور کیا اور اُس کے ناچ میں اپنی موتی سی آبرو برباد کی وہ کہتے تھے گوہر بھی بحرین کا ایک پُرانا موتی ہے۔ موتیوں کا دوالہ اسی قسم کے گوہر پرستوں کا نکلا تھا۔ مگر ان لوگوں کی آنکھوں میں شیطان موتیا بند بیٹھ گیا ہے۔ مریں گے تو قدر معلوم ہوگی اور کھُلے گی۔ (خواجہ حسن نظامی)

(۲۱۹) سارنگی اور پیانو۔ سارنگی بج چکی۔ اب پیانو کا دَور تھا وہ بھی چُپ ہوتا چلا ہے۔ کسی نے سارنگی سے پوچھا تم مدت سے ہماری بزم میں نہیں آئیں اُس نے کہا آؤں کیا خاک جن سے بزم میں زینت ہے وہ میاں پیانو ہیں اور میں سازندے کے پاس بیٹھے پیچھے بلبلایا کرتی ہوں

پیانو کی قسمت دیکھو خود مس صاحب اپنی انگلیوں سے اُسے نوازتی ہیں اگر بی گوہر خود سارنگی بجائیں تو میری ہستی سلامت رہ سکتی ہی ورنہ ایک دن ہند میں پیانو کے سوا میری شکل بھی نظر نہ آئے گی

(خواجہ حسن نظامی)

(۲۲۰) طواف اور طوائف. مسلمانوں کو فکر ہی کہ حرمینِ مقدسہ حریفوں کی دست بُرد سے محفوظ رہیں کیوں کہ کعبے کے طواف کی چاہت پر ان کے خون کی گردش منحصر ہی. ہندوستان کے رنگیلے جوان کہتے ہیں. طواف رہے یا نہ رہے طوائف کو سلامت رہنا چاہیئے کہ ہر آرزوئے زیست کا مرکز ہی. (خواجہ حسن نظامی)

(۲۲۱) گورمنٹ رسیدہ. خدا رسیدہ لوگوں کا زمانہ تو گیا گورمنٹ رسیدہ اصحاب میں مسٹر گوکھلے بھی خوب آدمی تھے موت نے ان کو کفن کے لفافے میں بند کر کے شمشان بھومی بھیج دیا اور یہ پتہ درج تھا. اللھم بلّغہ بالخیر. لف ہذا خاص بمقام موضع عدم پور ڈاک خانہ نابود آباد تحصیل فنا گنج ضلع نیستی رسیدہ بعالی خدمت کارکنانِ علیّین و سجّین ادام اللہ اقبالہم برسد. اگر مکتوب الیہ بمقام علیّین باشد انجا رسد و اگر بمقام سجّین باشد آنجا رسد. مرا معلوم نیست کہ من ملک الموت باشندہ ملک ہندوستان ہستم. م

(۲۲۰) کسی بخیل کے دروازے پر ایک فقیر نے سوال کیا۔ بہت دیر کے بعد آواز آئی کہ شاہ صاحب ہاتھ خالی نہیں ہی۔ فقیر نے جواب دیا کہ بابا خدا کرے تیرا ہاتھ خالی ہو اور ہماری قدر کرے۔

(۲۲۱) ایک ماہی گیر سرخ و زرد رنگ کی ایک بے نظیر مچھلی پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔ بادشاہ کو وہ مچھلی بہت پسند آئی بادشاہ نے پوچھا اس کی قیمت؟ مچھیرے نے کہا دو ہزار روپئے بادشاہ نے وزیر کی طرف اشارہ کیا کہ دے دو۔ وزیر بڑا دانا تھا اس نے کہا کہ اس قسم کی مچھلیوں کی کیا کمی ہی بہت ملتی ہیں۔ مگر اسی طرح جا و بے جا خزانہ لٹے گا تو بہت جلد خالی ہو جائے گا بادشاہ نے کہا کہ میں زبان دے چکا ہوں، اب کیا ہو سکتا ہی؟ وزیر نے کہا کہ اس کا سہل علاج یہ ہی کہ آپ اس سے پوچھیں کہ یہ مچھلی مادہ ہی یا نر۔ اگر وہ مادہ بتلائے تو آپ نر طلب فرمایئے اور وہ نر بتلائے تو مادہ منگوایئے یقین ہی کہ وہ زچ ہو کر کم قیمت پر دے دے گا اور آپ کی بات میں بھی فرق نہ آئے گا۔ ماہی گیر بڑا چلتا پرزہ تھا بادشاہ کے پوچھتے ہی جواب دیا کہ جہاں پناہ! یہ مچھلی نہ نر ہی نہ مادہ بلکہ خنثیٰ ہی۔ بادشاہ کو یہ جواب بہت پسند آیا اور علاوہ قیمت کے پانسو روپیہ انعام دے کر وزیر کو شرمندہ کیا۔

(۲۲۴) ایک روز شہزادی زیب النسا غسل سے فارغ ہوکر اپنے گیسوئے پیچاں کو بل دے کر نچوڑ رہی تھی۔ پانی فرطِ نزاکت سے دُرِ شبنم کی طرح سنبلِ پیچاں سے ٹپک رہا تھا۔ چوں کہ شہزادی ذہین اور سخنگو تھی اُس وقت کی دُر افشانی کا یہ عالم دیکھ کر درج دہن سے گوہرِ سخن نکال کر یوں آبدار کیا۔ ؎

کون سی وہ چیز ہے اکثر بنے اور ٹوٹ جائے
قطرۂ شبنم کا ہی جو گوہر بنے اور ٹوٹ جائے

چوں کہ یہ شعر عالمِ شوق میں شہزادی کے قیمتی خیال کا نتیجہ تھا ایک پرچۂ حریری پر مزین کرکے ایک کنیزِ پُر تمیز کے ہاتھ عاقل خاں وزیر کے پاس روانہ کر دیا۔ عاقل خاں در پردہ شہزادی پر فریفتہ تھا اس شعر کو دیکھ کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپ گیا اور اُس کے نیچے یہ جواب لکھ کر گزرانا۔ ؎

جو نچوڑے تو نہا کر بال اپنے طشت میں
آتے آتے طشت تک گوہر بنے اور ٹوٹ جائے

شہزادی یہ جواب پا کر بہت نادم و شرمسار ہوئی اور کہنے لگی کہ یا خدا اس شعر کے لفظ لفظ سے کسی چشمِ نرگس کی غمازی ثابت ہوتی ہے۔ اس نے تو گویا سرتاپا میرا فوٹو کھینچا ہے ورنہ کہاں یہ شعر اور کہاں عاقل خاں

(۲۲۵) ایک جنگل میں ہیجڑوں کی ایک ٹولی چلی جا رہی تھی اتفاقاً چوروں نے آ دبایا۔ ہیجڑے کہنے لگے میں واری میں صدقے ہم تو نامرد ہیجڑے ہیں کیا ہم غریبوں کو بھی لوٹو گے ؟ چوروں نے جواب دیا ارے بھائی ہمارے قبضے میں تو نامرد ہی آتے ہیں، مرد ہمارے دام میں کب آسکتا ہے ؟"

(۲۲۶) ایک مولوی صاحب ہمیشہ مکتب میں شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ جو پڑھا کرو اس پر عمل کیا کرو۔ ایک روز مولوی صاحب آمد نامے کا سبق پڑھا رہے تھے۔ مگر وہ چپ بیٹھا تھا مولوی صاحب کئی دفعہ خفا بھی ہوئے کہ تو سبق کیوں نہیں یاد کرتا مگر اس نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ جب مولوی صاحب مارنے کو اٹھے۔ تو شاگرد نے جواب دیا کہ آپ ہی نے "خموشیدن" کے معنے چپ رہنا بتلائے تھے اور نصیحت کی تھی کہ جو پڑھا کرو اس پر عمل کیا کرو، اسی وجہ سے میں چپ بیٹھا ہوں۔ مولوی صاحب کو یہ جواب سن کر خاموش ہونا پڑا۔

(۲۲۷) ایک صوبہ کے حاکم نے کچھ اشعار لکھے اور ایک شاعر سے اس کی داد چاہی شاعر نے کہا کہ اشعار لغو اور مہمل ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ حاکم اس قدر برافروختہ ہوکہ شاعر کو قید کر دیا جہاں سے

خدا خدا کرکے ایک مہینے بعد کہیں چھٹکارا ملا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد
امیر نے ایک نظم لکھی۔ اور اسی شاعر کو دکھلائی اور داد چاہی شاعر
کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہا کہ آپ اپنے آدمیوں کو حکم دیں
کہ مجھے پھر جیل میں لے جاکر داخل کر دیں۔

(۲۲۸) ایک شاعر کچھ اشعار لکھ کر ایک ماہرِ فن کے پاس لے
گیا اور کہا کہ آپ فرمائیے کہ میرے اشعار کیسے ہیں۔ انہوں نے
کہا "بہت خراب" شاعر یہ سن کر بھڑکا اور ان کو خوب گالیاں
دیں۔ وہ صاحب مسکرائے اور کہنے لگے کہ "یہ نثر آپ کی اس
نظم سے بہتر ہے"!

(۲۲۹) ایک مرتبہ ملا حسین کاشی نے میر سیدی تفتہ کے
سامنے اپنی ایک غزل کا مطلع پڑھا۔ میر صاحب نے کہا اس مطلع
میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جس سے دل پر اثر ہو۔ ملا صاحب نے کہا
"تم پر اور اثر؟ تم پر صرف گدھے کی آواز اثر کر سکتی ہو نہ کہ شعر"

(۲۳۰) ایک شاعر ایک مرتبہ ایک امیر کی تعریف میں ایک
قصیدہ لکھ کر لے گیا۔ امیر نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ شاعر
نے کہا کہ یہ بات آپ مجھ پر چھوڑتے ہیں؟ امیر نے کہا، ہاں شاعر
نے کہا تو مجھے ایک لاکھ درہم دلوائیے۔ امیر نے کہا یہ تو بہت ہی

تم سے کم کس رقم کا تعین تم کیا کر سکتے ہو؟ شاعر: اچھا خیر، سو درہم۔ امیر نے
کہا ان دونوں رقموں میں اتنا بڑا تفاوت کیوں ہے؟ شاعر: جب آپ
نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تو میں نے حضور کا مرتبۂ عالی
مدِّنظر رکھ کر عرض کیا، جب حضور نے فرمایا کہ رقم کو کم کرو تو فدوی
نے اپنی حیثیت کے لحاظ سے عرض کیا۔ امیر نے کہا قسم بخدا میں اپنے
مرتبے کو کبھی نہ گھٹاؤں گا اور بخوشی ایک لاکھ درہم شاعر کو دے دیئے۔

(۲۳۱) ایک شخص بہت بڑا عالم تھا مگر ویسا ہی کریہہ منظر بھی تھا۔
کسی نے پوچھا کہ کبھی آپ کو اپنی بدصورتی کا احساس بھی ہوا ہے؟ اُنہوں
نے جواب دیا، ہاں۔ ایک مرتبہ ایک عورت میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک
مجسّمے بنانے والے کی دکان پر لے گئی اور وہاں چھوڑ کے چل دی۔
میں نے حیران ہو کر دکان دار سے پوچھا کہ کہیئے یہ عورت مجھے
یہاں کیوں لائی تھی؟ دکان دار نے کہا یہ عورت ایک عرصہ سے
مجھ سے فرمائش کر رہی تھی کہ مجھے شیطان کا ایک مجسّمہ بنا دو
میں نے کہا جب تک نمونہ نہ دیکھوں کیوں کر بناؤں۔ آج وہ عورت
آپ کو بطور نمونہ لائی تھی اور نمونہ دکھلا کے چل دی۔ ہاں تو اُس
دن البتہ میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔

(۲۳۲) ایک شخص نہایت کریہہ منظر خدا کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کر دعا

مانگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے عذابِ دوزخ سے بچائیو۔ کسی ظریف نے سُن کر کہا اے دوست تم کو شرم نہیں آتی کہ کیا ایسی شکل و صورت کے ہوتے بھی آتشِ دوزخ سے امان کے خواہاں ہو۔

(۲۳۳) ایک شخص (جس کی بڑی لمبی ناک تھی) کی شادی ہوئی۔ بعد ایک دن وہ اپنی بیوی کے سامنے اپنی تعریف کرنے لگا کہ مجھ میں یہ یہ اوصاف ہیں خصوصاً صبر و تحمل۔ بیوی نے کہا ہاں واقعی اس بات پر صبر بھی مناد ہو اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم اتنی بڑی ناک اتنے بہت سے برسوں سے لئے نہ پھرتے۔

(۲۳۴) ایک شخص نہایت ہی بدشکل تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے نے پوچھا کہ یار مجھے تعجب آتا ہے کہ ایسی مکروہ صورت سے کہ تم زندہ کیسے رہتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ کیوں میں اپنی ہستی پر خوش نہ ہوں۔ میرا چہرہ اگر بُرا لگتا ہوگا تو دیکھنے والوں کو لگتا ہوگا میں نے نہ اپنا چہرہ آج تک دیکھا نہ مجھے بُرا لگے۔

(۲۳۵) ایک نہایت بدشکل آدمی بیمار پڑا۔ طبیب اُس کے دیکھنے کو آیا۔ طبیب نے کہا اگر تم قے کر ڈالو تو ابھی اچھے ہو جاؤ۔ مریض نے کہا کہ میں نے ہر چند کوشش کی کہ قے کر دوں مگر کسی طرح قے نہیں آتی۔ ایک ظریف وہاں کھڑے تھے۔ اُنہوں نے کہا آپ اپنا

چہرہ آئینہ میں ملاحظہ فرمائیے تو ایسی ہی ہو جائے گی۔

(۲۲۶) ایک نہایت بڑی عورت بیمار پڑی۔ اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ مجھے اس بات کا قلق ہے کہ اگر میں مر جاؤں گی تو بلا میرے تمہاری زندگی کیسے ہوگی۔ شوہر نے جواب دیا کہ جی نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ جس بات سے میں پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تم نہ مریں تو میری زندگی کیسے ہوگی؟

(۲۲۷) ایک ظریف کی شادی کسی نہایت بدشکل عورت سے ہوئی۔ چند دنوں کے بعد بیوی نے شوہر سے پوچھا کہ تمہارے بھائی بندوں اور رشتہ داروں میں سے میں کس کس کے سامنے ہوں اور کس کس سے پردہ کروں؟ شوہر نے کہا کہ تم کو سوائے میرے کسی سے بھی پردے کی ضرورت نہیں۔

(۲۲۸) ایک ظریف کی شادی ایک بڑھیا سے ہوئی۔ دوسرے دن یار دوستوں نے پوچھا کہو بھئی دلہن کیسی ہے؟ اُس نے مسکرا کر جواب دیا کہ وہ تو گلِ نرگس ہے؟ یار لوگ۔ کیسے؟

ظریف۔ کیسے کیسے سر سفید، چہرہ زرد، قد و قامت دُبلا پتلا سوکھ کر لٹکا۔

(۲۲۹) ایک قزوینی کا لڑکا کنوئیں میں گر پڑا۔ قزوینی نے کنوئیں میں جھک کر دیکھا اور بیٹے سے کہنے لگا مہیں ٹھیرا رہیو!

کہیں جا ئیو نہیں۔ میں ابھی رسّی لا کر تجھے نکالتا ہوں۔

(۲۴۰) اگر مرد کسی عورت سے کہے کہ تم نہایت خوب صورت معلوم دیتی ہو مگر اُس کا آئینہ اُس کے خلاف شہادت دے تو مرد کی بات کا ضرور یقین کرے گی۔ اور موجودہ آئینہ کو توڑ کر دوسرا آئینہ بازار سے خریدے گی۔

(۲۴۱) ایک پیر مرد کی نظر کم زور تھی وہ عینک فروش کی دکان پر گیا عینک فروش نے ایک عینک دی اور کہا اسے لگا کر پڑھو۔ بوڑھے میاں نے عینک لگائی۔ عینک فروش نے پوچھا پڑھ سکتے ہو؟ جواب ملا کہ نہیں عینک فروش نے پھر دوسری عینک دی۔ پھر تیسری، پھر چوتھی، اور ہر مرتبہ سوال کیا پڑھ سکتے ہو؟ مگر بار بار یہی جواب ملتا رہا کہ نہیں۔ عینک فروش ہار کر کہنے کو تھا کہ کیا آپ اندھے ہیں کہ کوئی عینک آپ کو نہیں لگتی کہ پیر مرد نے نہایت متانت سے کہا کہ جناب میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، بے علم ہوں۔

(۲۴۲) ایک لکچرار شراب کی خرابیاں بیان کر رہا تھا۔ لکچرار کی ناک چقندر کی طرح سرخ تھی۔ تقریر کے دوران میں اُس نے کہا۔ حضرات میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میں نے آج تک شراب نہیں پی

ایک دہقان جو شراب کا عادی تھا ۔ کھڑا سُن رہا تھا بول اُٹھا۔
حضرت ! میں حیران ہوں آپ کی ناک کا یقین کروں کہ زبان کا۔؟
آپ کی ناک خود آپ کی زبان کی تردید کر رہی ہی"

(۲۴۳) دو بڈّھے گرجا سے وعظ سُن کر اپنی ہوٹل کو واپس آ رہے تھے۔ راہ میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ وہ شخص جو ہمارے پاس بیٹھا ہوا تھا کس قدر بدتہذیب تھا اُسے علمِ مجلس ہی نہیں، کم بخت نے مجھے بہت بے آرام کیا۔ جب وعظ ہو رہا تھا تو اُس نے اس زور زور سے خرّاٹے لیئے کہ میری آنکھ کھُل گئی، دوسرا بولا واقعی شرم کی جا ہی مجھے بھی اُسی نے جگا دیا۔

(۲۴۴) ایک نہایت بدشکل آدمی کو جورو بہت حسین ملی۔ ایک مرتبہ بیوی کہنے لگی کہ خدا نے چاہا تو ہم تم دونوں سیدھے جنّت میں جائیں گے۔ میاں نے پوچھا تمہیں کیوں کر معلوم ہوا۔ بیوی یہ اس طرح معلوم ہوا کہ تم جب میرا حسین چہرہ دیکھتے ہو تو خدا کا شکر کرتے ہو اور میں تمہاری اُجاڑ شکل دیکھ دیکھ کر خدا کی مرضی پر شاکر ہوں۔ اور اس آئے دن کی مصیبت کو صبر و شکر سے انگیز کرنے کی عادی ہو گئی ہوں قرآن شریف میں آیا ہی کہ شاکر اور صابر دونوں جنّت میں جائیں گے۔

(۲۴۵) بیوی۔ (میاں سے) جو انڈے تم آج بازار سے لائے ہو اُن میں چھ بطخ کے ہیں۔
میاں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟
بیوی۔ کیا مجھے اتنی بھی عقل نہیں۔ جب میں نے انہیں پانی میں ڈالا تو مرغی کے انڈے تو ڈوب گئے۔ اور بطخ کے پانی پر تیرنے لگے۔

(۲۴۶) خوش نویس بہت کرکے غلط نویس ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے قرآن شریف ایک خوش نویس کو لکھنے کو دیا اور تاکید کر دی کہ خبردار اس میں اپنی طرف سے کچھ اصلاح نہ کر بیٹھنا۔ خوش نویس نے کہا کہ میں ایسا کیا بے وقوف ہوں اور مجھے کیا نہیں معلوم کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ غرض چند دن کے بعد وہ قرآن شریف لکھ کر لائے۔ جن صاحب نے قرآن لکھنے کو دیا تھا اُنھوں نے پوچھا کہیئے حضرت آپ نے کچھ اس میں تصحیح تو نہیں کی۔ خوش نویس نے بگڑ کر جواب دیا "مجھے کیا آپ نے دیوانہ سمجھا ہے۔ میں کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ مگر ہاں صرف دو جگہ ایک تو یہ کھُلی غلطی تھی خرِ عیسیٰ ساری دُنیا جانتی ہے اس میں خرِ موسیٰ لکھا تھا۔ وہ میں نے درست کر دیا۔ اور دوسرے یہ کہ بار بار جہاں شیطان کا نام آیا مجھے بُرا معلوم دیا، میں نے آپ کا اور آپ کے والد کا نام لکھ دیا۔"

(۲۴۸) میرے دوستوں میں ایک صاحب محمد ابرار نامی تھے۔ وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ ہی کوئی ایسا شخص کہ جس کا نام مع ولدیت کے قرآن شریف میں ہوئ ان کے والد کا نام محمد نعیم تھا۔ یہ آیت پڑھا کرتے تھے انّ الابرار لفی نعیم۔ میں نے کہا سبحان اللہ آپ کی شرافت کا کیا کہنا، باپ تو باپ آپ کے دادا کا نام بھی موجود ہی۔ انّ الفجّار لفی جحیم۔

(۲۴۹) باپ۔ بیٹا، تمہاری گھڑی کیا ہوئی؟

بیٹا۔ ابّا، یہ رہی۔

باپ۔ ارے میں نے تمہیں سونے کی گھڑی دی تھی، اور یہ چاندی کی ہی

بیٹا۔ لو اور سنو، جب زمانہ رنگ بدلتا ہی تو گھڑی کیوں نہ بدلے۔

(۲۵۰) جوہی نامی ایک شخص کو کسی کے سَو درہم دینے آتے تھے وہ اُسے پکڑ کر قاضی کے پاس لایا۔ قاضی نے مدعی سے پوچھا کہ کوئی گواہ بھی ہی؟ مدعی، نہیں قاضی تو اچھا مدعی علیہ کو حلف دینا چاہئیے مدعی نے کہا، اُس کی قسم کا کیا ہی، جس طرح کی قسم چاہو اس سے لے لو۔ جوہی نے کہا، ای حضرت قاضی صاحب اگر میری قسم کا اعتبار اس شخص کو نہیں ہی۔ تو ہمارے محلّے کی مسجد کا امام بڑا پرہیزگار اور متقی ہی، اُسے بُلا بھیجئے اور میری عوض اُسے حلف دیجئے تب تو اس

شخص کا اطمینان ہوگا۔

(۲۵۱) ایک شخص بغداد کا رہنے والا قزوین کو گیا۔ وہاں پونہچ کر اُسے توقع سے زیادہ ٹھیرنا پڑا۔ اُس نے اپنے گھر کو ایک مفصل خط اپنے حالات کا لکھا۔ لیکن کسی قاصد کے نہ ملنے سے ارادہ کیا کہ خود ہی خط کو بغداد پونہچا آؤں چنانچہ خود خط لے کر اپنے گھر کے دروازے پر پونہچے ہر چند اصرار کیا کہ اندر چلو مگر نہیں گئے اور خط دے کر یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ "میں تو صرف یہ خط پونہچانے آیا تھا"

(۲۵۲) ایک صاحب حجاز سے شیراز آئے۔ یہاں آتے ہی رمضان شریف کا چاند نظر آیا۔ چاند کو دیکھ کر بہت گھبرائے کہ اب روزہ رکھنا پڑے گا۔ جھٹ شیراز چھوڑ دوسری جگہ چلے گئے۔ کہ خبر وہاں تو یہ چاند نہ ہوگا۔

(۲۵۳) ایک مؤذّن اذان دیتے ہی معًا دوڑنے لگا۔ لوگوں نے کہا خیر باشد، یہ کیا ہی۔ کدھر دوڑے چلے جارہے ہو۔ آپ نے کہا میں سُننے جاتا ہوں کہ دیکھوں میری اذان کی آواز کتنی دور تک جاتی ہی۔

(۲۵۴) ایک لڑکے نے کنوئیں میں جو جُھک کر جھانکا تو اپنی شکل نظر آئی۔ اُس نے دوڑ کر اپنی ماں سے جاکر کہا اماں! اماں!! دیکھو کنوئیں میں کوئی چور بیٹھا ہی۔ ماں آئی اور کنوئیں میں جھانک کر

کہنے لگی ہاں بیٹا تو سچ کہتا ہے اور تو نے یہ بھی دیکھا کہ اس موئے کے ساتھ ایک بڑھیا بھی ہے۔؟

(۲۵۵) ایک اونچی مینار کو دیکھ کر ایک صاحب کہنے لگے اوہو اس کے بنانے والے کا قد کتنا لمبا ہوگا۔ جب تو اُس نے اتنی اونچی مینار بنائی ہوگی۔ اُن کے ساتھ ایک دوسرے عقل مند تھے۔ وہ فرمانے لگے اجی یہ بات نہیں۔ بھلا اتنا لمبا قد بھی کسی کا ہوا ہے۔ تم بھی بڑے بے وقوف ہو۔ بات یہ ہے کہ اس مینار کو زمین پر لٹا کر بنایا ہوگا پھر بنا کر سیدھا کھڑا کر دیا ہوگا۔

(۲۵۶) ایک صاحب نے اپنے غلام سے پوچھا کیوں جی جس دن ہم نے نمازِ جمعہ بغداد کی مسجد میں پڑھی، کیا دن ہوگا۔ غلام نے اُنگلیوں پر گن گنا کر کہا، منگل ہوگا۔

(۲۵۷) ایک صاحب نے رستہ چلتے چلتے کسی سے پوچھا "کیوں صاحب چاند کی آج کیا تاریخ ہوگی؟" اُنھوں نے جواب دیا، صاحب میں اس بستی میں تازہ وارد ہوں مجھے یہاں کا حال معلوم نہیں۔

(۲۵۸) سیوری حصار کے لوگ بہت سادہ لوح مشہور ہیں۔ ایک شخص کو آشوبِ چشم ہوا اور آنکھ میں بہت درد تھا۔ اُس نے اپنے پڑوسی سے پوچھا کیا علاج کروں۔ پڑوسی نے کہا کہ ابھی

چند روز ہوئے کہ میرے دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے تو دانت نکلوا دیا۔ دانت کا نکلوانا تھا کہ فوراً آرام ہوگیا۔ آنکھ کے لیئے تم بھی یہی کرو۔

(۲۵۹) ایک جُلاہے کے کچھ روپیئے کسی مدرس پر آتے تھے۔ وہ تقاضے کو گیا تو مدرس پڑھا رہا تھا، اُس نے کہا ذرا ٹھیر جاؤ جلاہے نے دیکھا کہ لڑکے اپنا اپنا سبق پڑھ رہے ہیں۔ اُستاد نہ بولتا ہی نہ چالتا ہی صرف گردن ہلا دیتا ہی (جب سبق درست ہوتا ہی۔ تو اُستاد گردن ہی ہلا دیتا ہی) جُلاہے کو تھی جانے کی جلدی۔ بیٹھے بیٹھے تھک گیا، کہنے لگا کہ مجھے جلدی ہی۔ آپ مہربانی کرکے کھڑے ہوجایئے اور میرے روپیئے لینے کو جایئے۔ تب تک میں آپ کی جگہ بیٹھا ہوا سر ہلاتا رہوں گا۔ اس پر ایک بڑا قہقہہ پڑا۔

(۲۶۰) ایک قزوینی لڑائی میں ایک بڑی بھاری ڈھال لے کر گئے۔ قلعہ کی فصیل پر سے کسی نے ایک بڑا بھاری پتھر لڑھکا دیا جو سیدھا ان کے سر پر آیا۔ آپ نے گردن اُٹھا کر کہا "کیا خوب! ایسے تو اندھا ہی؟ کہ تجھے اتنی بڑی ڈھال نہ سوجھی اور ڈھال کی جگہ میرے سر پر پتھر کھینچ مارا"

(۲۶۱) ایک قزوینی کے دانت میں سخت درد تھا وہ دنداں ساز

کے پاس گیا کہ دانت نکال دو۔ دنداں ساز نے ایک دانت کے نکالنے کے دو دینار مانگے۔ اُس نے کہا کہ میں ایک دینار سے زیادہ نہ دوں گا۔ لیکن جب درد زیادہ ہونے لگا تو اُس نے دو دینار نکال کر سامنے رکھ دیئے۔ اور مُنہ کھول کر وہ دانت بتلا دیا۔ جو اچھا خاصہ تھا۔ دنداں ساز نے وہی دانت نکال دیا۔ تب اُس نے کہا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ میں نے بتلایا ایک دانت اور تم نے نکالا دوسرا میرے اس دانت میں درد نہ تھا بلکہ دوسرے دانت میں تھا۔ دنداں ساز نے ناچار وہ دانت بھی نکال دیا تب آپ خوشی سے بغلیں بجانے اور کہنے لگے۔ تم مجھ سے ایک دانت کے دو دینار لے کر ٹھگنا چاہتے تھے۔ لیکن میں کیسا ہوشیار ہوں تم نے دیکھا میں نے کس چالاکی سے آخر فی دانت ایک دینار کے حساب سے اکھڑوایا، یا نہیں۔؟

(۲۶۲) ایک جگہ چند لوگ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے وہاں ایک فقیر بھی جا پہنچا اور جاتے ہی "السلام علیکم اے کنجوسو" کہہ کر مخاطب کیا اُن لوگوں میں سے ایک نے پوچھا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ ہم کنجوس ہیں؟ فقیر۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو تم اپنے کھانے میں سے کچھ دے کر مجھے جھوٹا ثابت کرو نا۔

(۲۶۳) ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے پر جاکر روٹی کا سوال کیا۔ جواب ملا کہ ابھی نان بائی کے ہاں سے روٹی نہیں آئی۔ اچھا تو کچھ آٹا ہی دلواؤ۔ آٹا سب خرچ ہو چکا۔ خیر! کم سے کم تھوڑا سا پانی ہی پلوا دو کہ حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔ سقّہ ابھی پانی ہی نہیں لایا۔ اچھا تو کچھ تیل ہی دے دو کہ میں اپنے سر پر مل لوں۔ ہمارے گھر میں سرے سے تیل ہی ہی نہیں فقیر۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہی ہی نہیں تو آؤ میرے ساتھ ہو لو کہ ہم تم مل کر بھیک مانگیں۔

(۲۶۴) ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے پر آکر خیرات مانگی۔ صاحبِ خانہ نے اپنے غلام کو پکار کر کہا کہ ارے مبارک جا قنبر سے کہہ دے کہ وہ یعقوب سے کہہ دے کہ وہ بلال سے کہہ دے کہ فقیر کو کہہ دے کہ گھر میں برکت ہی۔ فقیر نے یہ لمبی چوڑی گفتگو سن کر کہا، اے خدا جبرئیل کو حکم دے کہ وہ میکائیل سے کہہ دے کہ وہ اسرافیل سے کہہ دے کہ وہ عزرائیل سے کہہ دے کہ وہ صاحبِ خانہ کی روح قبض کرے۔

(۲۶۵) ایک درویش نے کسی کنجوس کے گھر جاکر سوال کیا۔ اس نے کہا کہ سائیں کل آنا، کل میرے ہاں دعوت ہی بہت سے لوگ جمع ہوں گے اور کھانا بھی بہت پکے گا۔ اس میں سے میں تم کو

دے دوں گا۔

فقیر۔ لیکن اس وقت تو کچھ دلواؤ کہ کل تک زندگی کا سہارا ہو جائے۔

(۲۶۶) ایک فقیر نے دروازے پر جاکر سوال کیا، جواب ملا اس وقت جاؤ، گھر میں کوئی شخص نہیں ہے۔ فقیر۔ میں ایک ٹکڑا روٹی کا مانگتا ہوں کسی شخص کو نہیں مانگتا۔

(۲۶۷) ایک فقیر کسی گاؤں کے دروازے پر آیا جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے فقیر نے کہا "بھائیو! کچھ خیرات دلواؤ، ورنہ قسم بخدا میں اس گاؤں کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میں ابھی ابھی اُس گاؤں سے کر آیا ہوں۔ جہاں سے کہ آرہا ہوں" لوگ یہ سُن کر ڈرے کہ خدا جانے یہ کیسا فقیر ہے کوئی جادوگر ہے یا خدا رسیدہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے گاؤں کو کچھ بددعا دے کے نقصان پونہچا دے۔ لہذا سب نے مل کر کچھ روپیہ پیسہ جمع کرکے دے دیا۔ جب وہ جانے لگا تو آخر کو دل کڑا کرکے لوگوں نے پوچھا "شاہ صاحب آپ نے پچھلے گاؤں کے ساتھ کیا کیا تھا؟" فقیر۔ وہاں میں نے سوال کیا مگر کچھ نہ ملا اس لیئے میں وہ گاؤں چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ اگر تم بھی کچھ نہ دیتے۔ تو اسی طرح میں تمہارا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں کو چلا جاتا۔

(۲۶۸) حضرت فاطمہ رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ دُنیا میں سب سے بہتر کون شخص ہی۔ آپ نے فرمایا جو اپنے کو سب سے کمتر سمجھے۔ پھر پوچھا کہ سب سے بدتر کون ہی۔ آپ نے فرمایا جو اپنے کو سب سے بہتر سمجھے۔

(۲۶۹) چند دوست سیر و تفریح کے لئے ایک باغ میں گئے اور ایک اچھی سایہ دار جگہ دیکھ کر دسترخوان بچھایا۔ ایک کُتّا دور کھڑا ہوا تھا اُس نے جو کھانے پینے کی طیاری دیکھی تو دوڑ کر نزدیک گیا کہ کوئی لقمہ مجھے بھی ملے گا۔ مگر وہاں ایک شخص نے دسترخوان پر سے کتّے کو آواز دے کر اُس کی طرف ایک پتھر اِس طرح پھینکا جیسے کوئی روٹی کا ٹکڑا اڈالتا ہی۔ کتّے نے سونگھ کر چھوڑ دیا۔ اور دُم دباکر ایسا بھاگا کہ پھر بُلایا تو بھی اُس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ اُن لوگوں میں سے ایک شخص بولا آپ سمجھے کہ جاتے جاتے کتّا کیا کہہ گیا۔ نہیں، وہ کہہ کیا گیا؟ وہ کہہ یہ گیا کہ "اِن کم بخت منحوسوں کے پاس سوائے اس کے کہ جو انہوں نے پھینکا ہی اور دھرا ہی کیا خاک ہی بس یہاں لقمۂ نان کی توقع پر ٹھیرنا بے کار ہی"

(۲۷۰) ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا کیوں جی کیا تمہارا عقیدہ ہی کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟"
دوسرا۔ ہاں بے شک۔ پہلا۔ اچھا تو یار سردست ایک ہزار

اشرفیاں قرض تو دلوائو میں تم سے اقرار کرتا ہوں کہ دوبارہ زندہ ہوتے ہی سب سے پہلے تمہارا قرضہ چکاؤں گا۔

دوسرا۔ ہاں دینے میں کیا تامل ہی مگر تم ضمانت اِس بات کی لاؤ کہ حشر کے دن تم کتے یا سُور کی جون میں نہ اُٹھائے جاؤ کیونکہ مجھے کبھی یقین نہیں آتا کہ تم جیسا آدمی دوبارہ بھی انسان کی جون میں اُٹھا کر کھڑا کیا جائے گا۔

(۲۷۱) ایک شخص نے کسی کی بکری چُرائی اور کاٹ کوٹ کے چٹ کر گئے۔ لوگوں نے لعنت ملامت کی مگر اُس کے بھانویں بھی نہ ہوا، تب لوگوں نے کہا کہ خیر دُنیا میں تم نہ پکڑے گئے اور سستے چھوٹ گئے مگر خدا کے سامنے کیا جواب دوگے۔ جب بکری اور بکری کا مالک حاضر کئے جائیں گے۔ اور بکری خود تمہارے خلاف گواہی دے گی؟

سارق۔ بس تو پھر کیا مشکل ہی میں وہیں کے وہیں بکری کا کان پکڑ کے اُس کے مالک کے حوالے کردوں گا۔

(۲۷۲) ایک شخص نے ایک مزدور بلوایا اور اُس سے کہا کہ یہ صندوق بوتلوں کا گھر پہونچا دو اب رہی مزدوری، مزدوری کے بدلے میں تم کو تین بیش قیمت نصیحتیں کردوں گا۔ مزدور اِس

بات پر راضی ہو گیا۔ جب رستے کا تہائی حصّہ طے ہو گیا تو مزدور نے
کہا کہ آپ اپنا اقرار پورا کرنا شروع کیجیے اور تین میں سے ایک
نصیحت تو کہیئے۔ اُس شخص نے کہا کہ "اگر کوئی شخص تم سے کہے کہ
خالی پیٹ بھرے پیٹ سے بہتر ہی تو تم کبھی اس بات کا یقین نہ کرنا"
پھر جب دوسرا تہائی حصّہ طے ہو گیا تو دوسری نصیحت یہ کی کہ "اگر
کوئی کہے کہ پیدل چلنا سواری سے بہتر ہی تو تم کبھی اس بات کا یقین
نہ کرنا" جب گھر پہنچے تو تیسری نصیحت یہ کی کہ "اگر کوئی تم سے
کہے کہ اس شہر میں تجھ سے زیادہ سستا اور تجھ سے بڑھ کر احمق
مزدور ہی تو اُس کی بات کا یقین نہ کرنا" یہ سُنتے ہی مزدور نے
دھڑ سے صندوق پٹخ دیا اور ساری بوتلیں چُور چُور ہو کر رہ گئیں
اور جس طرز اور لہجے سے اُس شخص نے تین نصیحتیں کی تھیں اس
نے بھی بالکل اُسی طرح کی آواز بنا کر اُس کی نقل کی اور کہا کہ
"اگر کوئی تم سے کہے کہ اِن ساری بوتلوں میں سے ایک بھی سلامت
ہی تو تم کبھی اس بات کا یقین نہ کرنا"

(۲۷۴) ایک عورت کے یکے بعد دیگرے پانچ خاوند مرے اور
چھٹا کرنے کی نوبت آئی، بدبختی سے یہ چھٹا شوہر بھی بسترِ مرگ پر
پڑ گیا۔ بیوی یہ کہہ کہہ کر رو پیٹ رہی تھی، "اگر تم خدانخواستہ یوں

سے وداں ہو گئے تو بچاؤ مجھ رنڈیا کو کس پر چھوڑے جاتے ہو؟
شوہر نے (مسکرا کر) موٹی زبان سے کہا "ساتویں بدنصیب شوہر پر جو میرے بعد تم سے شادی کرے گا"

(۲۷۴) ایک صاحب بہادر مع ایک نفر میم صاحب کے کسی شاپ میں کچھ خریدنے گئے۔ دکان دار نے جھٹ دونوں کے لیے دو کرسیاں بچھا دیں۔ صاحب نے چوتڑ ٹکائے ہی تھے کہ کرسی کا پاؤں ٹوٹا اور صاحب ٹانگیں پسارے چت گرے، جھپٹ کے اٹھے اور بگڑ کر بولے "وِل تم نے ہمارے لیئے ٹوٹی کرسی رکھا تھا اچھا ہوا کہ ہم گرا اگر میم صاحب اس طرح گرتا تو ہم تم کو مزہ چکھا دیتا۔"

(۲۷۵) ایک بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر گل گشت سڑک سڑک چلے جا رہے تھے اتنے میں ایک راہ رو سڑک پر آگیا جس کو دیکھ کر گھوڑا بدکا اور بادشاہ گھوڑے سے جدا ہو گئے بادشاہ کو اس شخص پر بڑا غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ راہ رو نے پوچھا مجھے ایسی سخت سزا کس جرم کی پاداش میں دی جا رہی ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ تیری طلعت بڑی منحوس ہے دیکھ، تجھے دیکھتے ہی میں گھوڑے پر سے گر پڑا۔ راہ رو! حضور جہاں پناہ نے اس ناہنجار کو دیکھا تو صرف گھوڑے سے جدا

ہوکر زمین پر آرہے مگر نصیب دشمناں کوئی چوٹ نہ آئی لیکن حضور کا
جمالِ مبارک دیکھ کر غلام کی گردن ماری جا رہی ہے۔ اب انصاف
آپ کے ہاتھ ہے کہ ہم دونوں میں کس کی طلعت زیادہ نحس ہے۔ بادشاہ
ہنسا اور اُس کے خون سے در گزرا۔

(۲۷۶) ایک مصاحب نے بادشاہ سے عرض کی "جان کی امان
پاؤں تو عرض کروں کہ غلام نے آپ سے بڑھ کر کسی کو سست اور
کاہل نہیں پایا۔"

بادشاہ۔ یہ کیسے؟ یہ اس طرح کہ حضور بہت آسانی سے کسی کو بھی
حکم دے سکتے تھے۔ کہ خانہ زاد کو ایک لاکھ درہم دے دو۔ لیکن آپ
زبان کو اتنی سی بات کہنے کی بھی تکلیف دینا نہیں چاہتے۔
بادشاہ ہنسا اور اُس کو خاطر خواہ انعام دیا۔

(۲۷۷) ایک سیّاح کا بیان ہے کہ کسی شہر میں اُس کا گزر قبرستان
میں سے ہوا۔ وہاں ایک قبر کی لوح پر یہ عبارت کندہ تھی "میں اس
شخص کا فرزند ہوں جس کے تابع ہوا تھی وہ جب چاہتا ہوا کو
قید کر لیتا اور جب چاہتا چھوڑ دیتا" لوگ اس سے سمجھتے تھے کہ
اس شخص کا باپ کوئی بڑا بھاری ساحر ہوگا جو ہوا جیسی چیز اُس کے
بس میں تھی۔ سیّاح چلنے ہی کو تھا کہ ایک محاذی قبر پر یہ کتبہ دیکھا

"ہمارے بالمقابل جو شخص دفن ہی کوئی شخص اُس کی شیخی میں نہ آتے
کیوں کہ اس کا باپ صرف لوہار تھا جو سب جانتے ہیں ہوا بند کر لیتا تھا
اور اُسی میں سے ہوا چھوڑ بھی دیتا تھا" سیاح کہتا ہی کہ مجھے سخت
تعجب ہوا کہ دُنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باہمی خصومت
مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہی۔

(۲۷۸) ایک صاحب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے کہا معجزہ
اُس نے کہا کہ تم سب اپنے دل میں ایک ایک بات لے لو۔ میں تمہیں
تمہارے دل کی بات بتا دوں گا۔

حاضرین۔ اچھا ہم سب نے اپنے اپنے دل میں ایک ایک بات لے لی
ہی اب بتلائیے۔ مدعیِ نبوت۔ تم سب اس وقت اپنے خیال میں مجھے
پاگل سمجھتے ہو اور یہ کہ میرا دعوئے پیغمبری جھوٹا ہی، سب نے کہا
ہاں صاحب بات تو سچ کہتے ہو۔

(۲۷۹) ایک صاحب نے اپنے دوست سے کہا اگر رستے میں کوئی
کتا تم پر حملہ کرے تو یہ آیت قرآن کی پڑھو۔ کتا کبھی تمہاری
طرف رخ نہ کرے گا۔

دوست۔ اس سے بہتر تو یہ ہوگا کہ ایک لکڑی ہاتھ میں کیوں نہ
رکھوں کیوں کہ سب کتے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں ہوتے۔

(۲۸۰) ایک صرفی کشتی میں بیٹھے ہوئے کشتی بان سے پوچھنے لگے کیوں باوا تم نے کبھی صرف بھی پڑھی ہے؟ کشتی بان نے کہا نہیں تو تم نے اپنی آدھی زندگی مفت رائگاں کی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد تیز ہوا چلی اور بے طرح طوفان آیا، کشتی ڈگمگانے لگی۔ اب کشتی بان کی باری تھی اُس نے کہا مولوی صاحب، آپ کو تیرنا بھی آتا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ کشتی بان "تو اب تو آپ کی ساری کی ساری زندگی اکارت جانے کا وقت آیا"

(۲۸۱) ایک کسان حاکم صوبہ کے پاس آیا اور شکایت کی، کہ میرے کھیت کی پیداوار مشکل سے دس من ہوگی مگر آپ کے اہلکاروں نے وصولِ زرِ مال گزاری کے لیئے سو من کا کیل کیا ہے۔ صوبہ دار نے بگڑ کر کہا کہ دس من کی ڈاڑھی مُنہ پر رکھ کر تجھے جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی بھلا ایسا بھی کوئی ہوگا۔ جو دس من پیداوار کو سو من لکھ دے۔

کسان۔ جب آپ ہی میری ڈاڑھی کو جو شاید پانچ مثقال ہو تو ہو بے دھڑک دس من کی فرما رہے ہیں تو آپ کے اہلکاروں کا دس من کو سو کہنا کب قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔ صوبہ دار شرمندہ ہوا اور کہا جا میاں جا اپنا رستہ لے میں تیرا ہی تخمینہ قائم رکھوں گا۔

(۲۸۲) ایک حسین لڑکے سے ایک عاشق مزاج صاحب لگاوٹ کی باتیں کرنے لگے لیکن اس نے کچھ رخ نہ دیا اور جھڑک دیا آپ فرمانے لگے تو یہ سونے کا ہو مگر مرکے سے بھرا ہوا ہے۔

(۲۸۳) دو دوست ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے مچھلیوں کا ناشتہ کر رہے تھے اُن کے دستر خوان پر تین مچھلیاں تھیں، ایک چھوٹی دو بڑی۔ ایک تیسرے شخص کو آتے ہوئے دیکھ کر دو بڑی مچھلیاں دیگچی میں چھپا دیں۔ جو اس کی صلاح کی اور اپنے ساتھ شریک کر لیا اور ایک دو تین لقمے کھانے کے بعد اپنے میزبانوں سے پوچھا کہ تم نے حضرت یونس کی کہانی بھی سنی ہے جب کہ آپ کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنی۔ اچھا تو مجھے اس مچھلی سے پوچھنے دو اور اپنا کان پاس لاکر تھوڑی دیر اس انداز سے رکھا گویا کچھ سن رہا ہے اور پھر کہا کہ یہ مچھلی کہتی ہے کہ میں تو تفصیلی واقعات سے پوری طرح واقف نہیں ہوں، تم اُن دو مچھلیوں سے پوچھو جو ہم سے بڑی ہیں اور دیگچی کے اندر ہیں۔" یہ لوگ ہنسے اور وہ دو مچھلیاں جو چھپا دی تھیں وہ بھی نکال دیں۔

(۲۸۴) ایک منجّم کو پھانسی دینے کا حکم ہوا۔ اُس سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم کو اس سانحہ کی پہلے سے خبر ہو گئی تھی؟ منجّم نے جواب دیا

میرے ستارے اتنا بتاتے تھے کہ مرنے کے وقت میرا مرتبہ بلند ہوگا مگر یہ خبر نہ تھی کہ وہ بلندی پھانسی پر چڑھنے کی ہوگی۔

(۲۸۵) کہتے ہیں کہ ارژنگ خانۂ چین میں تین تصویریں ہیں جو انسان کی مختلف حالتیں بتلاتی ہیں۔ ایک میں ایک آدمی سر جھکائے ہوئے کچھ سوچ رہا ہے۔ دوسری تصویر میں ایک شخص اپنا سر پیٹ رہا ہے اور ڈاڑھی نوچ رہا ہے۔ تیسری میں ایک شخص ناچ رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔ پہلی تصویر کے نیچے یہ لکھا ہوا ہے یہ شخص شادی کرنے کے خیال میں مگن ہے۔ دوسری کے نیچے اس نے شادی کرلی اور اب پچھتا رہا ہے۔ تیسری کے نیچے۔ اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی

(۲۸۶) ایک شخص قاضی کے پاس دادخواہ ہوا کہ فلاں شخص نے مجھے سخت سست کہا کہ "گدھا مت بن" قاضی نے کہا کہنے والا خود بے وقوف ہے تم اُس کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرو اُس کو کوئی حق نہیں کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے اُس کے کرنے سے تم کو باز رکھے"

(۲۸۷) ایک شخص نے قاضی سے پوچھا "اگر میں کھجوریں کھاؤں تو کچھ گناہ ہے؟ قاضی۔ نہیں۔ اور اگر میں اُس میں کچھ پانی بھی ملاؤں تو قاضی۔ تب بھی کچھ قباحت نہیں۔ اور اگر میں کچھ خمیر ملالوں تو؟ قاضی۔ کچھ مضائقہ نہیں۔

اچھا تو کھجور کی شراب انہیں تین چیزوں سے مرکب ہی۔ پھر وہ حرام کیوں ہی؟
قاضی نے جواب دیا کہ اگر میں ایک مٹھی خاک کی تمہارے سر پر ڈال
دوں تو تم کو اُس سے کوئی نقصان ہوگا؟ اُس آدمی نے جواب دیا
کچھ بھی نہیں۔ قاضی۔ اور اگر میں اُس میں کچھ پانی ملا دوں۔ تب بھی
تکلیف دہ نہ ہوگا۔ اچھا اگر میں مٹی میں پانی ڈال کر گوندھ لوں اور
اُسے پکا کر ایک اینٹ بنالوں تو؟ تو تو میرا سر پھوٹ جائے گا۔
قاضی۔ بس یہی تمہارے سوال کا جواب ہی۔

(۲۸۸) دانش مندوں کا قول ہی کہ جب کوئی شخص صبح سویرے
اپنے گھر سے یہ کہتا ہوا نکلے کہ جو کچھ خدا کے نزدیک ہی وہی بہتر
ہی یا اُس کے قریب اور کوئی کلمہ تو تم جان لو کہ اس کے پڑوسی
کے ہاں کچھ تقریب تھی جس میں اسے نہیں بلایا گیا۔ اور جب چند
لوگوں کو قاضی کی کچہری سے نکلتے ہوئے یہ کہتے سُنو کہ ہم نے
تو بھئی گواہی میں وہی کہا ہی جو ہم نے بچشم خود دیکھا اور اپنے
کانوں سے سُنا ہی تو جان لو کہ اُنہوں نے ایسی جھوٹی گواہی دی ہی
جسے قاضی نے مردود کر دیا اور جب تم کسی دولھا کو دیکھو کہ وہ
شادی کی صبح میں یہ کہہ رہا ہی کہ تو اے بھئی کی روک تھام اور
پاک بازی سب چیزوں سے بہتر ہی تو جان لو کہ اس کی دلہن اُٹری

نکل ہی اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی حاکم صوبہ کی کچہری سے
یہ کہتا ہوا نکلا ہی کہ خدا کا ہاتھ سب سے طاقت ور ہی، تو جان لو
اُس کی خوب جوتے کاری ہوئی ہی۔

(۲۸۹) ایک شخص نے ایک نوجوان دوست سے کہا کہ میں فلاں
لڑکی سے شادی کرنی چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا یار ذرا سنبھل کر
اُس کوچے میں قدم دھرنا کیوں کہ میں نے بچشم خود ایک شخص کو
اُس لڑکی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہی۔ یہ سُن کر اُس نے
شادی کا خیال چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد سُنا کہ اسی نوجوان
نے اُس لڑکی سے خود شادی کرلی تب اُس شخص نے جاکر پوچھا
یار تم نے تو خوب دھوکا دیا مجھے تو منع کیا اور آپ شادی کرلی
نوجوان نے جواب دیا کہ جس شخص نے اُس لڑکی کا بوسہ لیا
اُسے میں جانتا تھا، وہ اُس کا باپ تھا۔

(۲۹۰) ایک شخص دوستوں میں ڈینگ مار رہا تھا کہ مجھے
کوئی ہزار روپیے بھی دے تو میں کبھی جھوٹ نہ بولوں۔ دوستوں
میں سے ایک نے جواب دیا کہ سوائے اس بات کے کہ تم کو
ایک روپیہ بھی نہ ملا اور تم جھوٹ بولے۔

(۲۹۱) ایک رات ایک اندھے کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے

گھر کے دروازے کے پاس گر پڑا اور چلانے لگا کہ بھائیو! کوئی ذرا چراغ لانا کہ میں غریب نابینا اپنے رستے چلا جاؤں۔ ایک شخص نے کہا جب تم اندھے ہو تو روشنی سے تمہیں کیا فائدہ؟ اندھا بولا روشنی اس واسطے مانگتا ہوں کہ جو چراغ لے کر آئے گا وہ مجھے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دے گا۔ اور خود ٹھوکر کھانے سے بچے گا۔

(۲۹۲) ایک چوکی دار رات کو رونڈ کو نکلا دیکھا کہ ایک شخص شراب کے نشے میں مدہوش سڑک کی نالی میں پڑا ہے۔ چوکی دار نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا چل۔ شرابی نے کہا، کہاں؟
چوکی دار۔ حوالات میں۔ شرابی۔ تو برائے خدا میرا ہاتھ چھوڑ دے اگر مجھ میں چلنے ہی کی طاقت ہوتی تو میں یہاں کیوں پڑا رہتا اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا۔

(۲۹۳) ایک شخص شراب کے نشے میں ٹُل آدھی رات کے وقت بازار میں ایک تھم سے ٹیکا لگائے ہوئے کھڑا تھا اور اسے ایسا معلوم دیتا تھا گویا ساری زمین چکر کھا رہی ہے۔ اُن کے ایک ملاقاتی نے دیکھ کر کہا "یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ گھر کیوں نہیں جاتے؟" شرابی۔ دوست تم دیکھتے ہو کہ میرے گرد سارے گھر پھیر رہے ہیں میں انتظار میں ہوں کہ میرا گھر بھی پھرتے پھرتے

آجائے تو میں جھپ سے اُس میں گھس جاؤں۔

(۲۹۴) ایک ظریف کے گھر کا دروازہ کوئی چور چرا کر لے گیا صبح کو جب معلوم ہوا تو یہ سیدھے مسجد میں پونہچے اور مسجد کا ایک دروازہ اُکھاڑ کر اپنے گھر میں لگا لیا لوگوں نے کہا ارے میاں تم نے یہ کیا غضب کیا کہ خانۂ خدا کا دروازہ اُکھاڑ لائے ظریف نے جواب دیا میرا دروازہ چور لے گیا اور چور کو سوائے خدا کے کون جانتا ہے وہ چور کا ہاتھ میرے ہاتھ پکڑا دے اور اپنا دروازہ شوق سے لے جائے۔

(۲۹۵) ایک درزی فوج میں داخل ہو کر سپاہی بنے۔ ایک لڑائی میں سر میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے ڈاکٹر نے کہا کچھ ڈر نے کی بات نہیں تیر نے تمہارے دماغ کو نقصان نہیں پونہچایا۔ درزی نے کہا کہ اس کا تو مجھے ذرا بھی خدشہ نہیں کیوں کہ میرے سر میں اگر ذرا سا دماغ بھی ہوتا تو میں اپنا اچھا خاصہ درزی کا پیشہ چھوڑ کر سپاہی کیوں بنتا۔

(۲۹۶) ایک سپاہی کا گھوڑا چوری گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ بھائی یہ تو تمہارا قصور ہے تم نے اصطبل کو قفل کیوں نہ لگایا ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ یہ سراسر تمہارے نوکر کی خطا ہے، نہ

اصطبل کا دروازہ کھلا چھوڑتا نہ گھوڑا چوری جاتا غرض سپاہی سنتے سنتے جل گیا کہنے لگا "ہاں ہاں صاحب یہ سب ہماری ہی خطا ہے مگر تم سب کے نزدیک شاید چور کی کچھ خطا نہیں"

(۲۹۷) ایک سپاہی میدانِ جنگ میں سے نوک دم بھاگا جا رہا تھا کسی نے دیکھ کر کہا ارے بزدل کہاں بھاگ رہا ہے سپاہی نے کہا مجھے یہ منظور ہے کہ لوگ مجھے کہیں کہ فلاں شخص بھاگ گیا خدا اُسے غارت کرے مگر یہ کہلوانا منظور نہیں کہ غریب بے چارہ میدانِ جنگ میں مارا گیا خدا اُس کے حال پر رحم کرے"

(۲۹۸) ایک شخص بہت ظریف الطبع تھا۔ اگرچہ بوڑھا ہو گیا تھا مگر پھر بھی مزاج میں سے چہل نہ جاتی تھی ایک دن اُسکے دوستوں اور پڑوسیوں نے اُسے خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ اس عمر میں تم کو اس قسم کے مذاق کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ یہ عمر تمہاری ہنسی مذاق کی ہے یا یہ کہ تم کو اپنی اوقات عبادتِ الٰہی روزہ نماز قرآن شریف توبہ استغفار میں صرف کرنی چاہیئے۔ ظریف نے جواب دیا کہ آپ اطمینان رکھیں میرا مشغلہ بھی یہی ہے قرآنِ مجید اور حدیث شریف آٹھوں پہر میرے پیشِ نظر ہے میں نے بہت سی حدیثیں زبانی بھی سُنی ہیں۔ اُنہوں نے کہا اچھا ایک حدیث فرمائیے تو

ظریف نے کہا حدثنا نفعہ بن یزید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دو اوصاف ایسے ہیں جو ہر شخص کو دونوں جہان میں خوش رہنا چاہتا ہو حاصل کرنے چاہئیں۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو ہوا مگر وہ اوصاف تو کہو کہ کیا ہیں؟ بہت دیر سوچ سوچ کر ظریف نے کہا ارے یارو! ایک بات تو راوی نفعہ ہی روایت کرنا بھول گیا رہی دوسری بات وہ میں بھول گیا۔

(۲۹۹) ایک غریب بڑا لالچی تھا وہ کسی صحرا میں چلا جا رہا تھا دیکھا کہ ایک بڑے پتھر پر یہ کندہ ہے:- "جو مجھے اُلٹائے گا اُسے کچھ فائدہ پوہنچے گا۔" غریب نے اس اُمید پر کہ شاید اس پتھر کے نیچے کچھ خزانہ گڑا ہوا ہوگا بہت کچھ کھودا اور بڑی محنت اور مصیبت سے اُسے بہ ہزار دقت و زحمت لڑھکایا تو دیکھا کہ اُس کی دوسری طرف یہ لکھا ہوا تھا:- "اب مجھے پھر اُلٹا دو۔" غریب بہت جھلّایا اور جس نے یہ دھوکا بازی کی ہے اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا چلا گیا۔

(۳۰۰) ایک شخص جو بڑا بکواسی تھا اپنے ایک دوست کی عیادت کو گیا اور ایسا جم کر بیٹھا کہ مریض بیزار ہو گیا۔ آخر کار یوں کہنے لگا کہ کہئیے حضرت کس بات کو دل چاہتا ہے آپ کی جو دلی خواہش ہو وہ کہہ ڈالیئے دل میں نہ رکھئے مریض نے مسکرا کر کہا کہ

بھائی صاحب میری تو بس یہی تمنّا ہے کہ موت آجائے اور کسی طرح تمہاری اس بکواس سے نجات ملے۔

(۳۰۱) ایک متقی اور عالم آدمی ایک امیر کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے کچھ روپیہ حاجت مندوں اور مستحقوں کے لیے نکال کر رکھ دیا ہے۔ امیر آدمی بڑا کنجوس تھا اُس نے کہا "ہاں مگر وہ روپیہ صرف اندھوں کے لیے مخصوص ہے تم نابینا نہیں ہو اس لیے میں تمہاری امداد نہیں کر سکتا۔ اُس شخص نے جواب دیا "تم غلط کہہ رہے ہو مجھ سے زیادہ اور کون اندھا ہو گا جو خالق روزی رساں کے دروازے سے مُنہ موڑ کر تجھ جیسے کنجوس کے در پر آیا ہے" اور یہ کہہ کر اپنی راہ لی۔ اس قول سے امیر کے دل پر بڑی چوٹ لگی اور وہ آپ کے پیچھے دوڑا اور ہر چند چاہا کہ آپ کی کچھ خدمت کرے مگر آپ نے اُس سے لینے سے قطعاً انکار کیا

(۳۰۲) ایک مجذوب نے کسی دروازے پر جاکر سوال کیا اندر سے ایک نوجوان لڑکی ایک روٹی لے کر آئی آپ نے اُس کا اُبھرا ہوا سینہ دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ شرما گئی اور اُس نے جاکر اپنی ماں سے شکایت کی، ماں نے کہا اچھا اُس فقیر کو اب کے آنے دے اس کا جواب میں دوں گی۔ ماں نے بیٹی کو سکھا دیا تھا کہ

فقیر اب تجھے تو یہ جواب دیجیو۔ دو چار دن کے بعد مجذوب پھر آیا اور وہی
سوال کیا۔ لڑکی نے کہا اس میں سے بچّے کی غذا نکلتی ہی شاہ صاحب
بچّہ کہاں ہی ؟ لڑکی۔ بچّہ جب ہوگا تب ہوگا۔ یہ سُن کر مجذوب نے
ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اے پروردگار! صدقے تیری خدائی کے ابھی
بچّے پیدا نہیں ہوا اور اُس کا سامانِ پرورش پہلے ہی سے مہیّا کردیا
تو کیا وہ مجھے رزق نہ دے گا، کیا میں اُس کا بندہ نہیں ؟۔

(۳۰۳) ایک طبیب نے دیکھا کہ ایک شخص دو متضاد چیزیں وقت
واحد میں کھا رہا ہی، طبیب نے اُسے جتلایا بھی کہ دیکھو اس طرح کا
کھانا موافقت نہ کرے گا۔ دوسرے دن سُنا کہ وہ شخص بیمار پڑگیا
طبیب اُس کے پاس گیا اور کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ
دونوں چیزیں ساتھ ساتھ مت کھاؤ، نقصان کریں گی ؟" مریض
ہاں آپ نے کہا تھا لیکن بخدا یہ دونوں چیزیں اب متّفق ہوگئی ہیں
اور انہوں نے بالاتفاق میری جان لینے پر کمر باندھی ہی۔

(۳۰۴) رمضان شریف میں ایک مولوی صاحب وعظ فرمارہے
تھے کہ بھائیو! رمضان المبارک کا مقدّس متبرک مہینا روزوں
اور نماز کا مہینا اب بفضلِ خدا پھر آیا ہی، تم سب اپنی اپنی جگہ غور کرو
کہ آیا پچھلے سال جب رمضان آیا تھا تو تم نے کیا کیا اعمالِ حسنہ کیے

اور آیا رمضان المبارک تمہارے افعال و اعمال سے خوش گیا یا نا خوش۔ ایک مسخرے نے کہا "جی رمضان ہم سے خوش گیا۔" واعظ نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" مسخرہ۔ "یہ مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ اگر رمضان شریف کی خاطر خواہ آؤ بھگت نہ ہوئی ہوتی اور وہ خوش خوش نہ جاتے تو ایسی جلدی پھر کیوں آتے"

(۲۰۵) ایک امیر آدمی نے اپنے واسطے ایک مقبرہ بنوایا جب وہ مقبرہ بن کر بہمہ جہت طیار ہو گیا تو امیر نے کاری گروں سے پوچھا کہو صاحب اس کی تکمیل میں کچھ کور کسر باقی تو نہیں ہے؟ ایک کاری گر نے جواب دیا "جی ہاں! صرف ایک چیز ابھی رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور اس میں تشریف لاکر آرام فرمائیں۔"

(۲۰۶) ایک شخص کو آشوبِ چشم تھا وہ دوا کے لیئے سالوتری کے پاس گیا سالوتری کے پاس اور کون سی دوا تھی اُس نے وہی دوا لگا دی جو مویشیوں کو لگاتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھیں جاتی رہیں اُس نے قاضی کے پاس جاکر شکایت کی، قاضی نے دھتکار دیا کہ چل میاں کوئی قانون ایسا نہیں ہے کہ تجھے معاوضہ دلا یا جائے اگر تو گدھا نہ ہوتا تو علاج کے واسطے سالوتری کے پاس جاتا ہی کیوں؟۔ (از گلستاں)

(۳۰۷) ایک شخص کو منظور ہوا کہ فلاں طبیب شہر میں بڑا حاذق مشہور ہو اُس کی تشخیص و ریاقت کا امتحان کیجیئے۔ ایک شیشے میں بھینس کا قارورہ لے جاکر دکھایا اور درخواست کی کہ اِس مریض کے واسطے کوئی نسخہ تجویز کیا جائے، طبیب نے قارورے کو بغور دیکھا تو انسان کے قارورے کی کوئی علامت اُس میں نہ پائی، سمجھا ہو نہ ہو بھینس کا قارورہ ہی تب طبیب نے یہ نسخہ لکھ دیا۔ دو دھڑی بھُس سیر بھر کھلی اور بنولے سانی کرکے بیمار کو کھلائیں۔ اوپر سے نال دو نال کڑوا تیل پلائیں۔

(۳۰۸) ایک امیر آدمی کے صاحبزادے اپنے باپ کی قبر پر بیٹھے ایک درویش کے لڑکے سے ڈینگ مار رہے تھے کہ دیکھو میرے باپ کی قبر سنگِ مرمر کی ہی کتبہ کیسا نفیس طلائی ہی فرش میں دیکھو کیسی نفیس کاشانی اینٹیں رنگ برنگ کی لگی ہوئی ہیں تیرے باپ کی قبر اِس کے مقابلے میں کیا ہی، دو چار اینٹیں رکھ دیں اوپر سے ٹوکری دو ٹوکری مٹّی ڈال دی بس قبر ہوگئی، درویش کے لڑکے نے کہا، بس خاموش رہیئے مُنہ نہ کھُلوائیے، لیکن جب تک آپ کے والدِ ماجد اِس بھاری بوجھ سے نکلنے کی کوشش کریں گے میرا باپ ہلکا پھلکا جنّت میں پونہچ بھی چُکا ہوگا۔ (از گلستاں)

(۳۰۹) ایک یک چشم نے دو آنکھوں والے سے بازی بدی کہ میں تجھ سے زیادہ دیکھتا ہوں جب شرط کا قرار داد ہوگیا تو کانے نے کہا یار! میں جیت گیا کیوں کہ میں تمہارے چہرے پر دو آنکھیں دیکھتا ہوں اور تم کو میرے چہرے پر ایک ہی آنکھ نظر آتی ہے۔

(۳۱۰) کسی شخص نے ایک کنواں اپنے کسی ہمسائے کے ہاتھ فروخت کیا، لیکن جب وہ پانی کھینچنے لگا تو متعرض ہوا کہ میں نے کنواں بیچا ہے کچھ پانی نہیں بیچا۔ پانی لینا ہے تو اس کے دام الگ دو۔ مقدمہ قاضی تک گیا، قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ اگر تم نے صرف کنواں ہی فروخت کیا ہے اور پانی نہیں بیچا تو تم کو دوسرے آدمی کے کنوئیں میں اپنا پانی رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور تم ضرور جرمانہ کے مستوجب ہو۔ لہذا تم اس شخص کے کنوئیں میں سے فوراً اپنا پانی اُٹھالے جاؤ یا یہ کہ اتنا اتنا کرایہ دو۔ یہ سُن کر کنوئیں والے کی آنکھیں کھُل گئیں اور دب کر صلح کرنی پڑی۔

(۳۱۱) ایک شخص نے کہا کہ میری ایک چھوٹی سی درخواست ہے۔ دوسرا۔ چھوٹی ہے؟ تو اچھا ابھی ٹھیر جاؤ، ذرا اُسے بڑی ہو لینے دو۔

(۳۱۲) کسی نے ایک عالم کے سامنے برسبیلِ تذکرہ کہا کہ

فلاں شخص پر قرآن پڑھنے یا سُننے کا اثر ہوتا ہے کہ وہ غش کھا کر گر پڑتا ہو۔ عالم نے کہا ہاں ممکن ہو کہ ایسا ہو لیکن میں تو جب جانوں کہ ایک اونچی دیوار پر چڑھ کر وہ قرآن پڑھیں یا سُنیں اور وہاں سے غش کھا کر گریں تو بات ہے۔

(۳۱۳) ایک بادشاہ نے ایک مصاحب سے پوچھا کہ کیوں جی ہماری ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں ہیں؟

مصاحب۔ حضور کی داد و دہش اس کثرت سے ہے کہ ہتھیلی پر بال جمنے نہیں پاتے۔ خیرات کرتے کرتے گھس گئے۔

بادشاہ۔ تو پھر دوسروں کی ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں ہیں؟

مصاحب۔ آپ کے مواہب و عطیات کے لینے لیتے اُڑ گئے۔

بادشاہ۔ اور اُن کی کہو جو نہ دیں نہ لیں۔

مصاحب۔ وہ کفِ حسرت و افسوس ملتے ملتے کہ ہائے نہ ہم نے کسی کو دیا نہ لیا۔

(۳۱۴) ایک صاحب کسی ہمسایہ کی عیادت کو گئے، کچھ دیر بیٹھ کر جب چلنے لگے تو بلحاظ ہمدردی و اخلاق فرمانے لگے کہ سال گزشتہ اسی گھر میں موت ہوگئی اور تم نے مجھے خبر تک نہ کی اِس مرتبہ پھر نہ بھول جانا۔

(۳۱۵) ایک وکیل صاحب کی لڑکی بہت بدشکل تھی لیکن باوجودیکہ جہیز بہت ملتا تھا کسی نے بھی خواستگاری نہ کی ناچار وکیل صاحب نے لڑکی کو ایک اندھے کے سر منڈھ دیا۔ اُنہی دنوں سراندیپ سے کوئی بڑا مشہور کحّال آیا جو اندھوں کو اچھا کرتا تھا لوگوں نے وکیل صاحب سے کہا۔ آپ اپنے داماد کا علاج اس سے کیوں نہیں کراتے۔ وکیل صاحب نے کہا کہ "مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی آنکھیں ہوجانے کے بعد کہیں یہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے دے۔" (از گلستان)

(۳۱۶) سلطان محمود کے بعض ملازمین نے حسن میمندی سے پوچھا کہ بادشاہ نے تم سے فلاں معاملے میں کیا فرمایا تھا؟ حسن نے جواب دیا کہ کیا تم بھی اُس واقعہ سے باخبر ہو؟ پوچھنے والے نے کہا آپ وزیرِ اعظم ہیں ایسی راز کی باتیں بادشاہ آپ سے ہی کہتا ہی ہم لوگوں سے کیوں کہنے لگا۔
حسن۔ ہاں! تو بادشاہ مجھ سے اس اعتماد پر فرماتے ہیں کہ میں کسی اور سے نہ کہوں گا، اور جب یہ بات ہی تو پھر تم مجھ سے پوچھتے ہی کیوں ہو۔ (از گلستان)

(۳۱۷) ایک پیر مرد جن کی کمر دُہری ہو گئی تھی جُھکے ہوئے

لکڑی کے سہارے کمان کی شکل بنے ہوتے چلے جاتے تھے۔
ایک جوان نے دیکھ کر کہا یا حضرت یہ کمان آپ نے کتنے کو لی؟
میں بھی ایسی کمان خریدنی چاہتا ہوں۔
پیر مرد۔! صاحبزادے اگر جیتے رہوگے تو دام کیوں خرچ کرو ایسی کمان تم کو مفت مل جائے گی۔

(۳۱۸) ایک پیر مرد جن کی کمر بوجہ ضعیفی کے دُہری ہوگئی تھی جُھکے ہوئے چلے جارہے تھے ایک نوجوان نے چھیڑ کر پوچھا "حضرت! کیا گر گیا، کیا ڈھونڈتے ہو"؟
پیر مرد۔ میاں کھوئی ہوئی جوانی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔

(۳۱۹) ایک بغدادی اور ایک مصری ظریف دونوں کسی امیر کی مجلس میں بیٹھے ہوئے چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے امیر نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ اب کیا جھوٹ کا طومار باندھ رہے ہو۔
اُنہوں نے کہا "جی کچھ نہیں، صرف حضور کی تعریف کر رہے ہیں"۔

(۳۲۰) ایک عیسائی نے اسلام قبول کرلیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا "گویا آج تم نئے سرے سے پیدا ہوئے"۔ چھ مہینے کے بعد پاس پڑوس کے لوگ اسے پکڑ کر لائے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا۔ قاضی نے بہت لعنت ملامت کی اور پوچھا کہ نماز کیوں چھوڑ دی

اُس نے جواب دیا کہ جب مسلمان ہوا تھا تو آپ ہی نے فرمایا تھا۔ کہ آج تم سئے سر سے پیدا ہوئے۔ اِس بات کو چھ ہی مہینے تو ہوئے اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ چھ مہینے کے بچے پر نماز فرض نہیں ہی۔

(۳۲۱) راہگیر۔ ارے اوپر سے یہ کون پانی گراتا ہی۔ جناب! کیا مجال! پانی نہیں شربت قارورہ ہی۔

(۳۲۲) بیوی (اپنے شوہر سے) دیکھنا! ننّھا ضد کئے جاتا ہی، نہ دودھ پیتا ہی نہ چُپ ہوتا ہی۔

شوہر (چُمکار کر) پی لو بیٹا پی لو۔ نہیں پیتے تو دیکھو میں پیئے لیتا ہوں۔

(۳۲۳) ماں (بیٹے سے) دیکھو بیٹا! آج کا کام کل پر کبھی نہ ٹالنا۔

بچّہ۔ تو امّاں! تم نے وہ مٹھائی کل کے لئے کیوں اُٹھا رکھّی ہی؟

(۳۲۴) ایک شخص ایک وکیل صاحب سے مشورہ لینے گیا کہ میں دوسری شادی کرنی چاہتا ہوں مگر وہ لوگ اِس بات پر راضی نہیں ہوتے، کہتے ہیں کہ اپنی پہلی بیوی کو پہلے طلاق دو اُس کے بعد ہم کریں گے۔ یہ بات مجھے منظور نہیں کہ میں اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دوں، کوئی ترکیب ایسی بتایئے کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا ہو۔ وکیل صاحب۔ یہ کیا مشکل ہی۔ تم اپنی موجودہ بیوی سے کہو کہ وہ کچھ پھول لے کر قبرستان میں چلی جائیں اور

وہاں تھوڑی دیر گھنٹے دو گھنٹے رہ کر اپنے اعزہ اقربا کی قبروں پر پھول چڑھائیں اور فاتحہ وغیرہ پڑھیں۔ تم اپنی منگیتر کے رشتہ داروں میں جاکر قسم کھالو کہ سوائے میری اُس بیوی کے جو قبرستان میں ہے اگر میری کوئی اور بیوی گھر میں یا کہیں اور ہو تو میں نے طلاق دی۔ تم گواہ رہو۔ اُس شخص نے یہی کیا اور اُس کا داؤ چل گیا۔ منگیتر کے رشتہ داروں نے سمجھ لیا کہ اب کوئی امر مانع و مزاحم نہیں ہے، لڑکی کی شادی اُس شخص کے ساتھ کردی۔

(۳۲۵) مسلمانوں کے ہاں چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال، اُن میں کھانا پینا حرام ہے، ایک مولوی صاحب نے بچاؤ کی یہ صورت نکالی کہ چاندی کے خاصدان میں پان رہتے وہ نکال کر پہلے تکیئے پر یا گھٹنے پر رکھ کر بعد کھاتے اسی طرح زکوٰۃ کے مسئلہ میں اُنھوں نے خدا کو جُل دیا کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی اُس پر حَولِ کامل (پورا ایک سال) گزرنے نہ دیتے اپنے نام کا مال بیوی کے نام کر دیتے بیوی کا قبضہ سال بھر کا ہونے آیا، اپنے نام کر لیا۔ حضرتِ انسان خدا سے بھی نہیں چوکتے۔

(۳۲۶) ایک بادشاہ نے ایک مرتبہ سرِ دربار یہ پہیلی پوچھی کہ بتلاؤ وہ کیا چیز ہے کہ جس کے لیئے ہم کتنی بھی کوشش کریں

مگر وہ حاصل نہیں ہوتی۔ ایک درباری فوراً بول اٹھا "حضور! وہ چیز، میری تنخواہ ہے جو باوجود دو سال کی محنت اور کوشش کے بھی آج تک نہیں ملی" بادشاہ مسکرایا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی یہی بات ہے فوراً اس کی چڑھی ہوئی تنخواہ دلوادی اور آیندہ ماہ بماہ تنخواہ ملنے کا انتظام کر دیا۔

(۳۲۷) ایک مجلس میں ایک عالم آدمی کو ایک حافظ پر ترجیح دی گئی اور صدر میں بیٹھایا تھا حافظ کو یہ بات ناگوار ہوئی مجلس سے مخاطب ہوکر پوچھا بھائیو! اگر قرآن شریف کے ساتھ اور کتابیں بھی ہوں تو سب کے اوپر کس کو رکھوگے؟ علامہ مذکور تاڑ گیا، کہ اس سوال کا یہ جواب ہوگا۔ آپ نے جواب دیا "یقیناً" قرآن شریف کو ترجیح ہوگی نہ کہ جلد کے پٹھوں کو۔

(۳۲۸) ایک فقیر کھڑاؤں سمیت مشغولِ عبادت تھا۔ ایک چور جو کھڑاؤں پر تاک لگائے ہوئے تھا بولا "جناب! کھڑاؤں سمیت دعا قبول نہیں ہوتی" فقیر۔ خیر دعا قبول ہو یا نہ ہو مگر کھڑاویں تو نہ جائیں گی۔

(۳۲۹) نورجہاں بیگم نے جہانگیر بادشاہ سے کہا کہ آپ کے منہ میں سے بو آتی ہے، بادشاہ نے یہ بات سن کر اپنی بیاہتا بیوی

سے کہی کہ تم نے کبھی میری گندہ دہنی کی شکایت نہیں کی۔ وہ بیگم بولیں۔ مجھ نگوڑی کو کیا خبر جس نے ایک مرد کا منہ سونگھا ہو اُس کو دوسرے کے بو کی کب تمیز ہوسکتی ہی (یہ طعن تھا نورجہاں بیگم پر جہانگیر سے اُس کا نکاح شیر افگن خاں کی وفات کے بعد ہوا)

(۳۳۰) ایک افیونی ایک ڈھلوان جگہ پیشاب کرنے بیٹھے پیشاب کی دھار اپنی طرف آتے دیکھ کر اُس کو سانپ سمجھ کر ڈرے اور پیچھے سرکے اجوں جوں پیچھے وا رہٹتے تھے دھار آگے آگے آتی جاتی تھی آخر کار پاؤں کو چھو گئی تو آپ وہیں یہ کہہ کر پڑ گئے کہ اُفّو! موذی نے ڈس ہی لیا۔

(۳۳۱) ایک بنیئے نے ایک فقیر کو گالیاں دیں، فقیر نے غصے میں آکر جوتا کھینچ مارا، بنیا فقیر کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گیا کوتوال نے پوچھا شاہ صاحب تم نے جوتا کیوں مارا۔ شاہ صاحب نے کہا اس نے مجھے گالیاں دیں میں نے ایک جوتا مار دیا۔ کوتوال نے کہا خیر تم درویش ہو اور قصور بھی خفیف ہی لہذا آٹھ آنے بنیئے کو تم تاوان دو۔ فقیر من چلا تھا ایک روپیہ نکال کوتوال کے ہاتھ دھرا اور ایک جوتا کوتوال کے رسید کیا اور کہا اگر یہی انصاف ہی تو آٹھ آنے بنیئے کو دے دیجئے اور آٹھ آنے آپ خود لے لیجئے

اب میں روپیہ تڑانے کہاں جاؤں۔

(۲۳۲) ایک مسخرے کے ہاں شادی کے چار مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا، بی بی نے پوچھا اس کا نام کیا رکھوں۔ میاں نے کہا ٹپک کیوں کہ اس نے نو مہینے کی راہ چار مہینے میں طے کی ہی۔

(۲۳۳) ایک بنیئے کے ہاں شادی کے تیسرے ہی مہینے لڑکا ہونے کی خبر پردیس میں پونہچی، آپ بہت خوش ہوئے لوگوں نے پوچھا سیٹھ جی تمہاری شادی کو تین مہینے ہوئے یہ لڑکا کیسا؟ آپ فرمانے لگے تین مہینے شادی کو ہوئے اور تین مہینے ہم وطن میں رہے، اور تین مہینے یہاں آکر ہوئے حساب برابر ہی پورے نو مہینے تو ہوئے۔

(۲۳۴) ایک بادشاہِ عادل اور منصف مزاج نے کسی مسخرے غلام سے پوچھا کہ تو تاش کھیلنا جانتا ہی؟ اُس نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں تو بادشاہ اور غلام میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔

(۲۳۵) میاں۔ بیلی رام دوا فروش کے ہاں لڑکا ہوا ہی، اس خوشی میں اُس نے دو دن کے لیئے دواؤں کی آدھی قیمت کر دی ہی

بیوی۔ شاباش! شاباش!

لڑکا۔ اماں کیا اچھا ہوتا اگر آج ابا بیمار ہو جاتے۔ دوا تو سستی آتی۔

(۳۳۶) زید۔ میرا کتّا لاجواب تھا۔ بکر۔ وہ کیسے ؟
زید۔ وہ شریف اور رذیل میں تمیز کرسکتا تھا۔ بکر۔ مگر اب کہاں ہے؟
زید۔ کم بخت نے مجھے کاٹ کھایا۔ اِس لئے نکال دیا۔

(۳۳۷) ایک کتّا رستے میں پڑا رہتا تھا لوگ آتے جاتے کوئی ٹھوکر مارتا کوئی لکڑی ٹکا دیتا کسی نے کہا "رستے میں کیوں پڑا ہے، کنارے ہٹ کے کیوں نہیں لیٹتا ہے" کتّے نے جواب دیا میں شریف اور رذیل کی پہچان کے لیئے رستے میں پڑا ہوں جو شریف ہیں وہ رستہ بچا کر چلے جاتے ہیں جو رذیل ہیں وہ خواہ مخواہ مجھے ٹھکرا کر اپنی قابلیت کا اظہار کرتے ہیں۔

(۳۳۸) ایک نازک مزاج لکھنوی نواب ریلوے سٹیشن پر سیٹ رزرو کرانے گئے۔

سٹیشن ماسٹر۔ اوپر کا یا نیچے کا ؟ نواب۔ حضرت! دونوں میں کیا فرق ہے؟ سٹیشن ماسٹر۔ پچاس فی صدی! نیچا اونچے سے اونچا ہے کیوں کہ نیچے کا کرایہ اونچا ہے اگر تم کو نیچے کا درکار ہے تو تمہیں اونچا جانا پڑے گا۔ ہم اونچے کا کرایہ نیچے سے نیچا لیتے ہیں۔ کئی مسافر اونچے کو پسند نہیں کرتے گو وہ نیچے سے نیچا ہے، حالاں کہ اونچا ہے۔ اگر اونچا لوگے تو اونچا چڑھنا اور نیچے اُترنا پڑے گا

نیچا تم کو مل سکتا ہی اگر تم اونچی قیمت دو۔ دونچا نیچے سے نیچا ہی کیوں کہ کرایہ نیچا ہو۔ اگر اونچا جانا چاہو گے تو کرایہ کے لحاظ سے نیچے رہو گے۔ نواب صاحب گھبرا کر بے ہوش ہو گئے۔

(۳۳۹) ایک غریب آدمی کی جورو جس کے بہت سے بچے تھے ایک دن کسی ہمسائے کے گھر جا رہی تھی۔ شوہر نے پوچھا کہاں جا رہی ہو۔ اُس نے کہا فلاں کے ہاں تعزیت کو جا رہی ہوں۔

شوہر۔ اچھا تو بچّوں کے واسطے کچھ پکایا پکویا بھی؟

بیوی۔ گھر میں نہ آٹا ہی نہ نمک۔ بلکہ پکانے کو ایندھن تک بھی نہیں پکاتی کہاں سے؟ شوہر۔ تو ہمارا گھر مستحق تعزیت ہی کہ ہمسائے آئیں اور تعزیت کریں نہ کہ ہم دوسروں کے گھر جائیں۔

(۳۴۰) ایک امیر بخیل نے بڑا دل کڑا کر کے ایک کرم خوردہ دوشالہ بھانڈوں کو دیا وہ لے کر بہت ادب سے آداب بجالائے اور عرض کیا کہ صاحب ذی شان مجھ کم بخت برگشتہ بخت کے ایسے نصیب کہاں تھے جو آدم علیہ السلام کے زمانے کی یہ نادرہ یادگار دوشالہ صدہا پشت کی امانت کا قبالہ غلام کو مرحمت فرمایا۔

ع آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

یہ طعن سُن کر امیر بہت خجل ہوئے یہی لطیفہ دوسری طرح بھی گوش زد

ہوا ہی کہ جا بجا سے کرم خوردہ ہونے سے سرِ محفل بھانڈ نے دوسرے بھانڈ سے کہا پڑھ بے پڑھ اس میں کیا لکھا ہی؟ اُس نے کہا "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" پہلے بھانڈ نے کہا آدھا تو نے صحیح پڑھا آدھا غلط۔ صرف لا الہ الا اللہ لکھا ہی محمد الرسول اُس زمانے میں کب آئے تھے۔

(۳۴۲) ایک امیر کا ملازم نہایت خوش مزاج اور ظریف تھا، بلا مذاق اور ٹھٹول کے وہ کوئی کام ہی نہ کرتا تھا ایک دن آقا صاحب کچہری سے تشریف لے آئے نوکر سے کہا "میاں! ذرا جاکر دیکھو پالکی میں ایک کاغذ رہ گیا ہی وہ لے آنا" کاغذ چھت میں اُڑس آئے تھے۔ نوکر نے اِدھر اُدھر پالکی میں دیکھا کاغذ ملا نہیں آکر یہی جواب دے دیا کہ حضور پالکی میں تو کوئی کاغذ واغذ نہیں ہی۔ آقا نے جھنجھلا کر کہا "ابے اُلّو! جاکر اچھی طرح دیکھ وہیں ہوگا۔" نوکر پھر آیا چھت پر جو نظر کی کاغذ وہاں تھا لے آیا اور کہا "حضور لیجیے یہ کاغذ تو ہی مگر اُلّو وغیرہ وہاں پر کچھ نہیں، شاید کسی وقت آبیٹھا ہوگا" امیر نوکر کا یہ جواب سُن کر سُن ہوگئے۔

(۳۴۳) اورنگ آباد دکن کے قیام کے زمانے میں خاکسار کو رمضان میں ایک جنٹلمین مسلمان افسر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا

وہ آرام کرسی پر دراز حقہ نوش فرما رہے تھے۔ اخلاقاً انہوں نے میری طرف بھی پیچوان بڑھا دیا۔ میں نے جھک کر سلام کیا اور عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں، میں روزے سے ہوں۔ انہوں نے تحیّر کے لہجے میں فرمایا تعجب۔ میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔ مجھ پر یا آپ پر؟ یہ جواب سُن کر وہ کھسیاتے سے ہو گئے۔

(۳۴۴) ایک بڑے توند والے امیر اپنے خدمت گار سے پاؤں دبوا رہے تھے۔ خدمت گار کو خیال آیا کہ سرکار کا پیٹ اتنا بڑا ہے خدا جانے اس میں کیا کیا دولت بھری ہے۔ آخر کار پوچھ بیٹھا کہ حضور آپ کے پیٹ میں کیا کیا ہے۔ امیر ہنس کر بولے اس میں گندگی کے سوائے اور کیا دھرا ہے۔ خدمت گار۔ اجی میں صرف آپ ہی کی گندگی ہے یا سارے قصبے کی؟۔

(۳۴۵) ایک ملّا جب اپنے لوگوں سے آزردہ ہوتا تو کہتا تھا کہ میں کسی ملک کو چلا جاؤں گا۔ آخر ایک روز نہایت رنجیدہ کبیدہ خاطر ہو کر بولا لو اب میں جاتا ہوں اُس کے گھر کے قریب ایک مسجد تھی وہاں جا کر بیٹھ رہا۔ ایک شخص نے ملّا صاحب سے دریافت کیا ملّا صاحب آپ تو اس شہر کو ترک کرنے والے تھے۔ ملّا صاحب نے جواب دیا کہ ملّا کی دوڑ مسیت[۵] تک کیا یہ مثل آپ نے نہیں سُنی؟۔

[۵] اصل لفظ مسجد ہے مگر غلط العام فصیح ہو گئے یونہیں ہیں پنجابی زبان میں مسجد کو مسیت کہتے ہیں ۱۲

(۳۴۶) ایک آدمی نے دو تین شخصوں کو دعوت دی۔ اور اتنی قدر کھانے کا انتظام کیا لیکن کھانے کے وقت بجائے تین کے دس آگئے۔ میزبان بے چارہ اپنے گھر والوں سمیت رات بھر بھوکا رہا صبح کو اُس کے لڑکے نے کہا کہ باواجان یہ مثل ہم پہ صادق آئی۔ ؎

تین بلائے تیرہ آئے دیکھو یہاں کی ریت
باہر والے کھا گئے اور گھر کے گاویں گیت

(۳۴۷) ایک مغل زادہ ہندوستان میں آکر بڑا دولت مند ہوگیا ایک روز اُن کے ہاں ناچ ہو رہا تھا رنڈیاں یہ گا رہی تھیں "رنگیلی چھبیلی دلہن" کسی نے پوچھا کہ آغا صاحب آپ جانتے ہیں کہ یہ رنڈیاں کیا گا رہی ہیں؟ آغا صاحب نے فرمایا بلے من خوب می دانم ہم پانچ چھ برس سے ہندوستان میں ہی وہ گاتی ہیں "شش گربۂ رنگیں" اس پر تمام اہلِ محفل نے ایک زور کا قہقہہ مارا۔

(۳۴۸) لارڈ کرزن اور لارڈ کچنر (ایک لیسرائے دوسرے کمانڈران چیف (سپہ سالار) دونوں بڑے بڑے ٹھہرے) کی کسی اہم معاملے میں آپس میں چل گئی اور چلی بھی تو بے طور۔ مگر آخر کار میدان لارڈ کچنر ہی کے ہاتھ رہا۔ کسی ہندی نے کیا خوب

لطیفہ کہا۔ یہ تو بندھی بات تھی کہ زن زن تھا اور کچنتر پھر تھا تو شرہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ "(اور مردوں کو عورتوں پر (ہر حال میں) برتری ہے۔

(۳۴۹) ایک مفلس کو خواب میں بیل ہاتھ آگیا اُسے لے کر گھر جا رہا تھا کہ راستے میں کسی نے دریافت کیا کہ کیوں میاں کیا بیل بیچوگے؟ کہاں ہاں، پوچھا کیا قیمت لوگے کہا چالیس روپئے خریدار نے کہا کہ دس میں بیچوگے؟ اس ارزانی پر مفلس نے طیش کھا کر کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے پر نہ بیل ہے نہ روپیہ ہی ہے، بڑا افسوس کیا اور جھٹ آنکھیں بند کرلیں اور ہاتھ پھیلا کر بولے کہ اچھا لاؤ دس ہی دے دو۔

(۳۵۰) ایک شریف نے کسی ظریف سے نام پوچھا ظریف نے کہا کہ میرا نام "حرامزادہ" ہے شریف نے کہا کہ نام تو اچھا ہے ظریف نے جواب دیا کہ اگر جناب کو یہ نام پسند ہے تو لے لیجیے غلام اور رکھ لے گا۔

(۳۵۱) ایک امیر کا کسی غریب مصور کے ذمہ کرایۂ مکان واجب تھا جس کو مصوّر بوجہ مفلسی ادا نہ کرسکا امیر نے وصولِ کرایہ کی ایک یہ تدبیر نکالی کہ غریب مصور سے کہا کہ ہمارے پھاٹک پر ایک گھوڑے کی خوشنما تصویر کھینچ دو۔ تو تمہیں کرایہ معاف کردیا جائے گا مصور نے کہا کہ حضور گھوڑے کی گردن میں ایک زنجیر کھینچی جانا

مناسب ہوگا اور اس کے عوض میں آپ کو تھوڑی سی اُجرت ادا دینی ہوگی۔ امیر نے منظور نہ کیا اور مصور تصویر بنا چلتا ہوا جب برسات کا موسم آیا تو یہ تصویر بالکل دُھل گئی۔ عرصہ دراز کے بعد اُس رئیس کی اور مصور کی ملاقات ہوئی امیر نے مصور سے دریافت کیا کہ بھائی وہ گھوڑا جو تم بنا آئے تھے خدا جانے کیا ہوا۔ مصور نے جواب دیا حضور کہیں بھاگ گیا ہوگا کیونکہ حضور نے زنجیر سے باندھا تو تھا ہی نہیں۔

(۳۵۲) ایک صاحب حقّے کے بڑے شوقین تھے فرمانے لگے کہ بھئی جنّت میں تو بڑی چپقلش ہوگی، سارے عبّاد و زہاد سیدھے جنّت میں جائیں گے ہم جیسوں کو وہاں کیا جگہ ملے گی علاوہ ازیں بڑی دقّت یہ پیش ہے کہ جنّت میں آگ کہاں؟ پھر حقّہ کیسے ملے گا لہٰذا بہتر ہے کہ بلا سعی و سفارش دوزخ ہی میں کیوں نہ جائیں کہ جگہ بھی بہت اور آگ ہر دم موجود۔ حقّے کا مزا سچ پوچھو تو بھائی دوزخ میں ہی ہے۔

(۳۵۳) ایک طبیب نے کسی ناخواندہ مریض سے پوچھا کہو آج تمہاری طبیعت کیسی رہی کھانا تم نے اشتہا کے ساتھ کھایا اُس نے کہا جی نہیں چٹنی کے ساتھ کھایا تھا۔

(۳۵۴) ایک دیہاتی مریض کسی طبیب کے پاس گیا اور اپنا حال کہا طبیب نے کہا کہ ایک شیشی میں قارورہ لاؤ جب نسخہ ملے گا وہ بے چارہ تمام عطّاروں کی دکانوں پر قارورہ پوچھتا پھرا لوگوں نے پاگل سمجھ کر دھتکار دیا۔ ایک مسخرے دکان دار نے کہا کہ قارورہ تو ہے مگر پانچ روپیہ دام لگیں گے۔ دیہاتی نے روپئے اور شیشی دے دی۔ اُس نے اپنا قارورہ بھر شیشی حوالے کی یہ طبیب صاحب کے پاس لے کر پہنچے اُنہوں نے دیکھ کر کہا کہ قارورہ تو اچھا ہے کوئی مرض تو معلوم نہیں ہوتا۔ دیہاتی جھلاّ کے بولا کہ پانچ روپئے میں وہ بھی بہ مشکل قارورہ ملا ہے، کیا اب بھی اچھا نہ ہوگا۔

(۳۵۵) ایک دیہاتی حکیم کے پاس گیا اُنہوں نے پانچ دانے آلو بخارے کے بتا دیئے۔ گنوار بخارا تو بھول گیا صرف آلو یاد رہا اور آلو اُبال کر کھا گیا۔ دوسرے دن آکر حکیم صاحب سے کہا کہ جی میں نے پانچ دانے آلو کے کھا لیئے اب مجھے آرام ہے۔

(۳۵۶) ایک لڑکا بہت بڑا شریر تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے یہ تجویز کی۔ کہ اس کے گھر اس کی شرارت لکھ کر ہر روز بھیجی جایا کرے تاکہ اُس کا باپ بھی اُس کی شرارتوں سے خبردار ہو جائے۔ ایک دن ہیڈ ماسٹر

نے چال چلن کے رجسٹر میں یہ لکھ کر اُس کے باپ کے پاس بھیجا کہ
دن بھر بکواس کرتا ہی باپ نے جو یہ پڑھا تو مدرسے کی کتاب واپس
کرتے ہوئے سُرخ روشنائی سے یہ الفاظ اور بڑھا دیئے کہ
"کبھی اس کی ماں کی بک بک بھی تو آکر سُنو"

(۳۵۷) تین شخص جن میں سے ایک یہودی ایک عیسائی اور ایک
مسلمان تھا سفر کو روانہ ہوئے۔ شام کو ایک شہر میں مقیم ہوئے
ایک شخص نے عمدہ کھانا پکوا کر تینوں مسافروں کو بھیجا ان میں سے
ایک نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم تینوں اپنا کھانا کوٹھری میں بند کرکے
رکھ دیں اور سو رہیں رات کو جو سب سے عمدہ خواب دیکھے وہی
سب کھانا کھا جائے سب نے یہ منظور کیا اور سو رہے مسلمان نے
جب دیکھا کہ اس کے ہمراہی سو گئے اُٹھا اور سب کا کھانا چٹ
کر گیا صبح کے وقت جب سب بیدار ہوئے تو پہلے یہودی نے
اپنا خواب سنانا شروع کیا اُس نے کہا کہ رات کو میں نے بڑا
مبارک خواب دیکھا ہی کیا دیکھتا ہوں کہ کوہِ طور پر پہنچ گیا ہوں
اور حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار
مجھے نصیب ہوا ہی، عیسائی نے کہا کہ میرا تو خواب اس سے بھی
مبارک ہی اور وہ یوں کہنے لگا کہ رات کو خواب میں چرخِ چہارم

پر پہنچ گیا ہوں اور حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دیدار مجھے بھی نصیب ہوا ہے، سلمان بولے۔ یارو میں نے تو بہت ہی خوابِ بد دیکھا ہے، وہ یہ کہ رات کو عالمِ خواب میں دو فرشتے آسمان سے اُترے اور اُنھوں نے میرا گلا ایسے زور سے دبایا کہ میں قریب مرگ ہو گیا۔ اُن سے وجہ اس جبر و تشدّد کی دریافت کی تو اُنھوں نے کہا کہ یا تو کھانا کھا۔ ورنہ ہم تیری جان ہی قبض کریں گے۔ بھائیو! بخوفِ ہلاکتِ جان میں اُٹھا اور کھانا جو کوٹھری میں رکھا تھا کھایا تب ملک الموت کے پنجے سے چھٹکارا ملا۔ اس پر دونوں صاحب بولے کہ تم نے ہمیں کیوں آواز دی۔ وہ بولا کہ میں نے بہت آوازیں دیں لیکن آپ تو کوہِ طور پر تھے اور دوسرے چرخِ چہارم پر تھے۔

(۳۵۸) باپ بہت خفا تھا کہ اُس کی سونے کی گھڑی قیمتی غلط وقت دے رہی تھی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا معاملہ ہے، اُس نے شکایت کی کیا اس کو صاف کرانے کی ضرورت ہے؟

نہیں۔ ابّا جان۔ چھوٹے چہار سالہ سلیم نے کہا کہ اس کو صفا کرانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ چھوٹی بہن اور میں اس کو حمّام میں لے گئے تھے اور کل ہی اس کو دھویا اور صاف کیا تھا۔

(۲۵۹) ایک سادہ لوح ایک پرانی توڑے دار بندوق لے کر شکار کو نکلے۔ ایک فاختہ اُن کی نظر پڑی، فوراً بندوق سر کی بندوق نے ایسا جھٹکا دیا کہ خود چاروں شانے چت ہوگئے اور فاختہ اُڑ گئی یہ سنبھل کر اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ خیر ہوئی کہ فاختہ بندوق کے سامنے تھی اگر پیچھے ہوتی تو میری طرح وہ بھی گرتی۔

(۲۶۰) ایک شخص کو شادی کرنے کے بعد ہی اتفاق سے سفر در پیش ہوا اور پانچ سال کے بعد واپسی کا اتفاق ہوا۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ گھر میں تین لڑکے کھیل رہے ہیں دریافت کیا کہ یہ لڑکے کس کے ہیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ آپ ہی کے تو ہیں اب تو میاں صاحب چکرائے اور کہنے لگے کہ میں تو شادی کے بعد ہی سفر کو چلا گیا لڑکے کہاں سے ہوگئے۔ بیوی نے کہا کہ آپ نے کبھی مجھ کو خواب میں بھی دیکھا تھا، میاں نے فرمایا کہ ہاں ایک مرتبہ، بیوی نے جواب دیا کہ بس بڑا لڑکا اُس کا نتیجہ ہے اور ایک دفعہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا یہ منجھلا لڑکا اُس کا نتیجہ ہے۔ میاں نے دریافت کیا کہ اچھا دو لڑکے تو خواب کا نتیجہ ہیں اور یہ تیسرا لڑکا کہاں سے آیا۔ بیوی نے جواب دیا کہ بس اس کو نہ پوچھئے یہ خدا کی دین ہے۔ میاں جی تھے عقل کے دشمن دل میں

کہنے لگے کہ تین لڑکے بے محنت ہاتھ لگے، الٰہی تیرا شکر ا۔

(۳۶۱) **بوجھ بوجھکڑ** کے پاس چند آدمی ایک کچھوا لائے، اور مستفسر حال ہوئے کہ حضت (حضرت) یہ کیا ہے؟ بوجھ بوجھکڑ پہلے تو بہت روئے اور پھر بہت ہنسے جب لوگوں نے اس رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ بھئی میں رویا تو یوں کہ جب ہم مر جائیں گے تو تم کو کون یہ نئی نئی باتیں بتایا کرے گا۔ اور ہنسی اس لیئے آئی کہ اس کو ہم بھی نہیں جانتے۔

(۳۶۲) انسپکٹر۔ اخبار پڑھنے کا کیا فائدہ؟ طالب علم گھر بیٹھے ہوی خوب جمع ہو جاتی ہے۔ انسپکٹر نہایت معقول (اور دوسرے لڑکے سے) سگرٹ پینے کا کیا نقصان ہے؟ دوسرا طالب علم دیا سلائیاں بہت خرچ ہوتی ہیں۔

(۳۶۳) ایک جلاہا بہ لب سڑک جا رہا تھا کسی کا آئینہ راہ پر پڑا ہوا دیکھ کر اٹھانے کو دوڑا۔ جب اس کے نزدیک ہوا، تو اپنا عکس دیکھ کر ڈرا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ حجور (حضور) کا ہے تو میں نہیں اٹھاتا۔ ماپھ پھرمایئے۔

(۳۶۴) ایک شخص نے اپنے احمق بھائی کو اپنی سسرال بھیجا اور کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو رخصت کرا لاؤ۔ لیکن چوں کہ تم سادہ لوح

ہو اور بول چال کا سلیقہ بھی کم ہو اس لیئے گفتگو میں جہاں تک ممکن ہو
اختصار سے کام لینا اور سوائے ہاں یا نہ کے اور کچھ نہ کہنا۔ احمق
رخصت ہوا، احمق تو تھا ہی اُس پر راہ کی تکان اور سفر کی تکلیف
نے اور درماندہ کر دیا جس وقت حضرت سسرال پہونچے بالکل پریشان
حال مضمحل و نڈھال ان کے بھائی کے خسر نے ان سے استفسار
حال کیا۔ حضرت کو وہ نصیحت اچھی طرح یاد تھی کہ یا تو چُپ رہنا یا
ہاں یا نہ جواب میں کہنا خسر نے اِن کی یہ حالت دیکھ کر دریافت
کیا کیوں صاحبزادے خیریت تو ہی۔ کہا نہیں پوچھا صاف صاف
کہو آخر معاملہ کیا ہی اس پریشانی اور سراسیمگی کی آخر کوئی تو وجہ ہی،
کیا نصیب اعدا تمہارے بھائی کچھ علیل ہیں کہا ہاں۔ پوچھا کچھ
علاج معالجہ بھی ہو رہا ہی کہا نہیں پوچھا خدا نخواستہ کوئی مہلک
مرض تو نہیں ہی کہا ہاں خسر کو سخت حیرت تھی کہ مرض بھی مہلک
بتاتے ہیں اور علاج بھی نہیں بتاتے خسر صاحب نے جھلا کر کہا کہ پھر
صاف ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ گزر گئے کہا ہاں۔ اتنا سننا
تھا کہ رونا پیٹنا پڑ گیا کہرام مچ گیا اندر باہر جسے دیکھو مصروفِ ماتم ہی چلتے
وقت حضرت نے فرمایا کہ خیر اب ماتم تو ہوتا ہی رہے گا مگر بھائی
صاحب کی قبیلہ کو تو رخصت کر دیجیے کہا اب رخصت کر کے کیا

کریں وہ تو رانڈ ہو چکیں اب یہ گھر اور وہ گھر دونوں یکساں ہیں خیر ناچار حضرت واپس مکان آئے۔ مکان واپس آنے پر بھائی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا واپس ہی آئے یا بھابی کو بھی رخصت کرا کر لائے؟ حضرت فرماتے کیا کہ رخصت کیسی وہ تو رانڈ ہوئی بیٹھی ہیں اور آپ کو رخصت کی پڑی ہے۔ بھائی نے کہا کہ تم کیسے نادان ہو؟ جب تک میں زندہ ہوں اُن کا رانڈ ہونا چہ معنے دارد۔ آپ نے جواب دیا کہ واہ چہ خوش چچی اماں رانڈ ہوئیں آپ بیٹھے رہے اور پھوپی اماں رانڈ ہوئیں آپ بیٹھے رہے۔ اماں جان رانڈ ہوئیں آپ بیٹھے رہے۔ آپ کے بیٹھے رہنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا آپ بیٹھے رہیں گے تو جب تک کوئی رانڈ نہیں ہوگا۔ واہ واہ واہ۔ بس آپ بیٹھے رہیئے وہ تو رانڈ ہو چکیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲۶۵) ایک قصبے گھر سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر۔ ایک شخص نہایت خوش آواز ظریف بہروپیہ تھا اس کا گانا سننے اور نقل دیکھنے کے لیئے ہزاروں لوگ اس کی محفل میں جمع ہوتے تھے ایک دن بے قراری کے ساتھ روتا اور سر پیٹتا ہوا اپنے مکرم زمیندار کے پاس آیا عرض کیا حضرت کمبخت کی ماں مرگئی ہے۔ چوں کہ زمیندار اس پر نہایت مہربان تھا۔ پچاس روپیئے دے دیئے

چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی ماں زندہ ہے اُس کو بلا کر کہا
کیوں رہے تیری ماں کیوں کر زندہ ہوگئی اُس نے دست بستہ
عرض کیا کہ حضور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ کمبخت کی ماں مرگئی ہے
میری ماں تو زندہ ہے۔
(۳۶۶) ایک صاحب کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں ایک
میراثی اُن کے پاس آگیا آپ نے اُس کو کھانا کھانے کی نسبت
ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اُس کو ایک رکابی جس میں دال تھی مرحمت
ہوئی۔ اور خود مرغ کے گوشت کی رکابی لے کر کھانے لگے میراثی
نے سخت پیچ و تاب کھایا مگر کیا کر سکتا تھا آخر اُس نے کہا سبحان تیری
قدرت۔ امیر نے اُس سے کہا کہ اے میراثی کیا بات ہے کہنے لگا کہ
جناب یہ مرغ جب زندہ تھا اُس وقت کبھی اس دیوار سے کبھی
اُس دیوار پر پہنچ جاتا تھا جدھر اُس کا دل چاہتا تھا اُدھر پھدکتا
ہوا پھرتا تھا اب میں حیران ہوں کہ آج اس میں اتنی طاقت نہیں
کہ آپ کی رکابی میں سے پھدک کر میری رکابی میں آجائے۔ اس پر
امیر بہت خوش ہوا اور کچھ مرغ اُس کو بھی دے دیا۔
(۳۶۷) ایک صاحب گھوڑے کی پیٹھ پر بغیر زین ہی لد گئے ہم ایک
بے تکلف دوست کی پاس گئے ہی گھوڑے نے فراٹے بھرنے شروع

کر دیتے۔ میاں شہسوار صاحب کی شہسواری کی پُشت کی جانب کھسکتے کھسکتے دُم کے قریب پونہچ کر زمین پر آ پڑے۔ مگر تھے غیرت دار۔ جھٹ زمین سے اُٹھ کر چوتڑ جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے کہ حضرت کیا کیا جائے گھوڑا ہی ختم ہو گیا ورنہ ایں جناب تو ابھی ہفتوں ڈٹے رہتے۔"

(۳۶۸) نادر شاہ نے جب دہلی میں ہزاروں آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور خلقِ خدا تباہ ہوئی کسی نے یہ مضمون اُس کے پلنگ پر لکھ کر رکھ دیا کہ اگر تو خدا ہی تو بندے کو خدا کی ضرورت ہی اور خدا کو بندے کی اور اگر تو نبی ہی تو نبی کو اُمت درکار ہی اگر بادشاہ ہی تو بادشاہ کو رعیت رکھنا لابدہی۔ پس تو کیوں خلقِ خدا کو قتل کرتا ہی، بادشاہ نے اُس پر لکھ دیا کہ نہ میں خدا ہوں اور نہ نبی اور نہ بادشاہ ہوں بلکہ غضبِ الٰہی ہوں جو تم پر نازل ہوا ہوں۔

(۳۶۹) ایک ظریف کسی باغ میں گیا اور انگور وغیرہ دیکھ کر توڑ توڑ کر ایک ٹوکری میں بھرنے لگا اتفاقاً باغبان آگیا اور کہا کہ تو یہاں باغ میں کیوں آیا ظریف بولا میں ارادۃً نہیں آیا بلکہ آندھی آئی اور اُس نے مجھے یہاں لا ڈالا۔ باغبان نے کہا کہ اچھا یونہی سہی مگر انگور کیوں توڑے وہ بولا میں نے تو نہیں توڑے مگر آندھی

سے اُٹھ کر درختوں سے ٹکرا کر جو یہیں گرا تو شاید کچھ انگور ٹوٹ گئے ہوں، باغبان بولا کہ اچھا یہ سب کچھ مجھے تسلیم مگر ٹوکرے میں کیسے آئے۔ ظریف بولا۔ یہی تو مجھے بھی حیرت ہے۔ اسے قدرت الٰہی سمجھئیے۔

(۳۷۰) جب معزالدین بادشاہ تختِ دہلی پر جلوس فرما ہوئے تو ایک بازاری عورت مسمےٰ لال کنور کو ممتاز محل کا خطاب دے کر محلّات میں داخل کر لیا اور اُس کے بھائی بندوں یا رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے یعنی صوبہ داریاں اور گورنریاں عنایت کیں اور وزیر کو حکم ہوا کہ ان کو سندیں لکھ کر دے دو وزیر صاحبِ تدبیر نے سندیں لکھنے میں بہت توقف کیا لال کنور ممتاز محل کو خبر پہنچی، تو اُس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی۔ بادشاہ نے وزیر سے باعثِ توقف دریافت کیا۔ وزیر نے عرض کیا اس خانہ زاد کو جب تک نذرانہ نہ ملیگا سندیں نہیں لکھی جائیں گی۔ بادشاہ نے وزیر سے ہنس کر دریافت کیا کہ لال کنور اور اُس کے بھائی بندوں سے کیا لوگے وزیر نے کہا کہ ایک ہزار طنبورہ اور ایک ہزار طبلہ، بادشاہ نے کہا کہ ان کو لے کر کیا کروگے۔ وزیر نے عرض کیا کہ جب ڈوم اور کلاوت ہماری جگہ لیں گے

تو کیا ہم بے کار بیٹھیں گے۔ اس پر بادشاہ ہنس پڑے اور حکم منسوخ کر دیا۔

(۱۔۳۷) آغا کلب علی خاں جو بڑے پکّے شیعہ تھے پنجاب کے کسی ضلع میں سشن جج تھے ایک دفعہ کسی فوجداری کے مقدمہ میں ایک شخص محمد یوسف نامی جو سُنّی تھا کسی شبہ میں گرفتار ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوا جج صاحب نے بلا کسی ثبوت کے محمد یوسف کو تین سال کی قید کا حکم سُنا دیا محمد یوسف نے عرض کیا کہ جناب جیل جانے سے پیشتر میں ایک رباعی حضور کو سُنانا چاہتا ہوں حکم ملا کہ اچھا سُناؤ۔ محمد یوسف نے بر سرِ اجلاس یہ رباعی سُنا دی۔

(رباعی)

لطف و خوبی را بایں یوسف سپرد — یوسفِ مصری ازاں روزے کہ مرد
ان یکے را گرگ و ایں را کلب خورد — ہر دو یوسف را عجب کارا دفتاد

(۳۷۔۲) ایک شیعہ صاحب کا نام **کلب علی** تھا۔ ایک سُنّی صاحب پونہچے اُن سے اُنھوں نے پوچھا آپ کا اسمِ مبارک؟ کہا خاکسار کو **ترسِ رسول** کہتے ہیں۔ (ترس خاص کر کتے کو بڑی رغبت سے کھاتا ہے)

(۳۔۳۷) ایک بھانڈ نہایت آفت کا پرکالا اور حاضر جواب تھا جس کا نام گلاب تھا لیکن شکل و شباہت میں سیاہ بھونرا تھا۔ گویا اُلٹے توے کی شکل تھا۔ ایک امیر کے پاس سلام کرکے

بیٹھ گیا۔ امیر نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا- گلاب۔
امیر۔ گلاب سے خوشبو آتی ہے لیکن تم اس سے مستثنیٰ کیوں ہو؟
گلاب نے کہا کہ حضور جن کو قدرت نے ناک بخشی ہے اُن کو خوشبو محسوس
ہوتی ہے اور جن کے ناک نہیں وہ کیا کریں بے بس ہیں۔

(۳۷۴) ایک صاحب نے ایک نوکر رکھا، نوکر نے کہا کہ میرے متعلقہ
خدمات کی ایک فہرست لکھ دیجئے تاکہ مجھ کو کام معلوم رہیں امیر نے
چند معمولی کام لکھ کر اُس کو دے دیئے جس کو وہ ہر وقت اپنے
پاس رکھتا تھا اتفاقاً امیر کہیں سفر میں گیا اور راہ میں گھوڑے
سے گرا اور پاؤں رکاب میں اُلجھا رہا اور نوکر کو پکارا کہ جلد رکاب
سے پاؤں نکال دے اُس نے کہا خداوندا ذرا توقف کیجئے میں
پہلے فہرست دیکھ لوں اگر میرے کام میں یہ بھی لکھا ہے تو میں
نکال دوں گا ورنہ آپ خلافِ قرار داد کیوں جدید کام کا حکم
کر دیتے ہیں آپ جانیں اور گھوڑا جانے۔

(۳۷۵) کسی امیر کی ایک غریب سے شناسائی تھی امیر خود
اپنے غریب شناسا کا مہمان ہوا۔ میزبان نے ماحضر (جَو اور چنے کی روٹی)
مہمان کے سامنے پیش کی۔ امیر مہمان نے غصّے کے لب لہجے میں تیوری
بدل کر میزبان سے کہا کہ جَو گھوڑوں کی غذا ہے۔ میزبان۔ نہایت

عاجزانہ لہجے سے حضور جَو کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھاتے
تھے ۔ مہمان ۔ نہ تو میں پیغمبر ہوں نہ گھوڑا ہوں پھر جُو کی روٹی
کیسے کھاؤں، بس معاف فرمائیے۔

(۲۷۶) ایک برات میں چند شائقین بیٹھے تھے اور ایک ادھیڑ
عمر کی طوائف رقص و سرود میں مصروف تھی۔ عاشق مزاج نوجوان
طوائف کو بیلیں دینے میں مشغول تھے۔ ایک شریف اور عمر رسیدہ
آدمی بھی شریکِ محفل تھے، اُنھوں نے بمصداقِ قہرِ درویش بہ جانِ
درویش۔ بیل دی ہنوز کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک نوجوان شوخ
طبع نے مکرر بیل کا سلسلہ جاری کیا اور اُس شریف آدمی کی باری
آئی تو اُس نے نہایت متانت سے طوائف سے کہا بی صاحب !
جوان تھا تو کئی بار جرأت کرتا تھا۔ اب عمر رسیدہ ہو کر ایک مرتبہ
بھی بصد مشکل برداشت کرتا ہوں طوائف برجستہ جواب سُن
کر ہنس پڑی اور نادم ہوئی اور تمام حاضرین میں ایک قہقہہ بلند ہوا۔

(۲۷۷) ایک امیر حجامت بنوا رہے تھے کسی ظریف نے کہا
کہ آج تو حجام نے خوب مونڈا۔ امیر کہنے لگا کہ دروازے پر
کون گدھا کھڑا ہے؟ ظریف بولا کہ سر تو منڈوا لیجیے گدھا
بھی حاضر ہے۔

(۳۷۸) میاں بیوی سے - کہاں جاتی ہو اِدہر آؤ -
بیوی - کیوں ؟ مجھے کام ہی - ابھی واپس آتی ہوں -
میاں - نہیں پہلے یہاں آؤ اور مجھے دودھ پلا جاؤ -

(۳۷۹) ایک شخص خط لکھ رہا تھا ایک غیر شخص اُس کے پاس آکر بیٹھ گیا اور خط پڑھنے لگا اُس نے خط میں لکھ دیا کہ ایک غیر شخص میرا خط پڑھ رہا ہی اس سے میں رازِ دل نہیں لکھ سکتا وہ بولا جناب میں آپ کا خط نہیں پڑھ رہا ہوں آپ مزے سے رازِ دل لکھیئے اُس نے کہا کہ اگر خط نہیں پڑھا تھا تو میرا حال کیوں کر جانا -

(۳۸۰) ایک صاحب کچھ لکھ رہے تھے، اُن کے پاس ایک دوست بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے "بھئی خط لکھ رہے ہو تو میرا بھی سلام لکھ دو" اُنہوں نے کہا "جی خط نہیں، تمسّک لکھ رہا ہوں" تو آپ کہتے ہیں "اچھا تو میری گواہی ڈال دو"

(۳۸۱) ایک آدمی گوبر سے گھڑا بھروا کر اور اُس کے اوپر مربّہ رکھ کر قاضی کے پاس لے گیا اور اپنا مطلب بیان کیا قاضی نے اُس کے مدّعا کے موافق پروانہ کر دیا جب قاضی کھانا کھانے لگے اور گھڑے کا مربّہ منگایا تو گوبر نکلا - قاضی بہت ناراض

ہوئے ایک دن وہی آدمی ان کو راہ میں ملا قاضی نے اُس سے فرمایا کہ پروانہ میں کچھ غلطی رہ گئی ہی اگر بے آؤ تو درست کر دیں اُس نے کہا کہ پروانہ میں تو کچھ بھول نہیں مگر گھرڑے میں کچھ بھول ہو گئی ہی۔

(۳۸۲) ایک مشہور اور متمول شخص کے صاحبزادے انٹرنیس پاس کرنے کے بعد تحصیلدار مقرر ہو گئے چوں کہ ان کے والد صاحب بھی ایک معزز آدمی تھے۔ لوگ تحصیلدار صاحب کے سلام کو آئے دیہاتی لوگ ہمیشہ فارسی عربی کے سُنے سُنائے الفاظ و جملے گفتگو میں شہری لوگوں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تاکہ اُن پر کوئی مضحکہ نہ اُڑائے۔ اور گنوار نہ سمجھے۔

پہلا شخص۔ حضور کو اللہ اس جگہ پر مستقل کرے۔

دوسرا۔ حضور کی لیاقت کو ہر ایک بخوبی جانتا ہی۔

تیسرا۔ حضور اپنے ہمعصروں میں بے مثل ہیں۔

چوتھا۔ (ساتھیوں سے مخاطب ہو کر) پھر کیوں نہ ہوں کیا تم ان کے باپ سے واقف نہیں۔ ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود ٭ گرچہ با آدمی بزرگ شود

وہ بھی تو نہایت ذی علم۔ اور عقل مند خطاب یافتہ تھے۔ چوتھے شخص نے یہ شعر فخر سے پڑھا۔ اور خیال کیا کہ اُس نے تعریف میں کوئی

کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ لیکن تحصیلدار صاحب نہایت خفیف ہوئے
اور شرمندگی سے سر نہ اُٹھایا۔

(۳۸۳) ایک صاحب گڑھا کھود رہے تھے۔ اور مٹّی جو اُس میں
سے نکلی تھی اُسے دور ایک فاصلے پر جاکر پھینک آتے تھے یہ حال
دیکھ کر ایک اور صاحب عقل کے دشمن بولے کیوں جی اگر اُس
کے برابر ہی ایک اور گڑھا کھود لیا جائے تو آپ کو اتنی دور مٹّی
پھینکنے نہ جانا پڑے یہ سُن کر پہلا شخص ہنسا اور کہا کہ بے وقوف
اُس دوسرے گڑھے کی مٹّی کیا فرشتے اُٹھا کرلے جائیں گے مگر وہ
دوسرا شخص بھی چوکنے والا نہ تھا فوراً بول اُٹھا کہ فرشتے کیوں
لے جاتے اُس کی مٹّی اِس گڑھے میں ڈال دیجیو۔

(۳۸۴) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک کنجوس کی سو روپئے کی تھیلی
کھوئی گئی۔ اور اُس نے اس کے پانے والے کے لیئے دس روپئے
انعام مقرر کیا اتفاق سے ایک غریب اور نیک آدمی کو وہ
تھیلی مل گئی اور وہ اسے بغیر کھولے یا اُس کی مہر توڑے اس
بخیل کے پاس لے آیا مگر اس کنجوس کی نیّت اپنے موعودہ انعام
کے دینے کی نہیں رہی۔ لہذا اس نے کہا کہ اس تھیلی میں ایک سو
دس روپئے تھے اور اس میں سے تم نے پہلے ہی اپنا انعام نکال

لیا کیوں کہ اب اس میں صرف سو روپیئے رہ گئے ہیں تھیلی پانے والے کے دوست نے یہ صلاح دی کہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس لے جاؤ چنانچہ مقدمہ پیش ہونے پر یہ ثابت ہوا کہ تھیلی کو تو بالکل کھولا ہی نہیں گیا۔ لہذا قاضی صاحب نے شہادتیں سننے کے بعد کہا کہ تھیلی تمہاری کھوئی گئی ہے اُس میں ایک سو دس روپیئے تھے اور اس میں صرف ایک سو روپیئے ہیں اور اس کی مہر بھی نہیں ٹوٹی اس لیئے یہ تھیلی تمہاری نہیں ہوسکتی میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ یہ تھیلی اُس وقت تک روپیئے پانے والے کے پاس رہے جب تک کہ اس کا اصل مالک نہ ملے۔

(۳۸۵) دل چسپ ہو کا۔ ایک ڈاکٹر صاحب پرائیوٹ پریکٹس کیا کرتے تھے سردی کا موسم اور رات کا وقت بارش خوب زور سے ہو رہی تھی کہ نوکر دروازہ کھول کر گھبرایا ہوا اندر آیا اور کہنے لگا کہ حضور ایک شخص آیا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے گاؤں میں فلاں لکھپتی شخص کو اچانک ہیضہ ہو گیا ہے آپ چل کر ذرا ملاحظہ فرمالیں۔ ڈاکٹر صاحب بھلا ایسے موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے فرمانے لگے اچھا اُس سے بولو کہ چوں کہ رات کا وقت ہے اور سخت بارش ہو رہی ہے اس لیئے ہم چوگنی فیس لیں گے

نوکر نے پوچھا اور تھوڑی دیر میں واپس آکر کہا حضور وہ بالکل طیّار ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب فیس کی طرف سے اطمینان ہوا۔ تو گاڑی طیّار کرائی یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے جلدی جلدی سوٹ زیبِ تن کیا اور اُس قاصد کو گاڑی میں بٹھاکر روانہ ہوئے گاؤں میں پہنچ کر وہ شخص گاڑی سے اُترا اور جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا ڈاکٹر صاحب نے خیال کیا کہ شاید ہمارے استقبال کے لیئے کسی معزز شخص کو لینے گیا ہے۔ مگر ان کے رنج کی کوئی انتہا نہ تھی جب تقریباً نصف گھنٹہ انتظار کرکے انہیں کوچ مین کو واپسی کا حکم دینا پڑا۔ اگلے روز دوپہر کی ڈاک سے اُنہیں ایک خط پہنچا۔ کھول کر دیکھا تو لکھا تھا۔

خط۔ ڈاکٹر صاحب تسلیم! معاف کیجئے گا۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہوئی ہوگی۔ مگر آپ خود خیال کیجئے۔ کہ سردی کا موسم رات کا وقت ایک نہ دو پورے چار کوس کا فاصلہ اور پیر میں درد جیب میں ایک پائی نہیں پھر اس کے سوا اور کیا کرتا۔

(۳۸۶) ایک دن محمّد شاہ بادشاہ حقّہ پی رہے تھے۔ کہ خان دولہ نے کچھ عرض کی۔ بادشاہ حقّہ کی طرف اس قدر مائل تھے۔ کہ ان کی طرف توجہ نہ کی، خان دولہ نے عرض کیا۔ حضور نے حقّہ کو جو

اس قدر مُنہ لگا یا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ محمد شاہ نے جواب دیا
اس میں بڑی صفت یہ ہے کہ بغیر بلائے نہیں بولتا ؎
خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

(۳۸۷) ایک کابلی حلوائی کی دکان پر پہنچے وہ پکوڑیاں تل رہا
تھا پوچھا ایں چیست؟ حلوائی۔ پیٹھی ہیں۔ کابلی۔ چہ می گوئی؟
حلوائی۔ گھی میں پوئی۔ کابلی۔ باز بگو۔ حلوائی۔ لیتا ہے تو لے
نہیں تو لمبا ہو۔

(۳۸۸) مریض۔ دانت میں درد ہے۔ ڈاکٹر (دانت دیکھ کر)
نکلوانا پڑے گا۔ مریض۔ کس طرح۔ ڈاکٹر۔ بے ہوش کر کے
مریض جیب سے نکال کر روپیے گننے لگا۔ ڈاکٹر جلدی کیا ہے۔
دانت نکلوا کر روپیہ دے دینا۔ مریض۔ آپ سمجھے نہیں چونکہ
آپ مجھے بے ہوش کریں گے دیکھ تو لوں میری جیب میں
کتنے روپئے ہیں۔

(۳۸۹) بیٹا۔ ابا زمین کا نپتی کیوں ہے؟ کاشتکار باپ۔ لگانوں
اور ٹیکسوں کے بوجھ سے۔

(۳۹۰) کلن۔ تم بڑے خرد ماغ ہو۔ جمن۔ اگر پھر کہا تو سر توڑ
دوں گا۔ کلن۔ سمجھ لو کہ پھر کہہ دیا۔ جمن۔ تو سمجھ لو کہ میں نے تمہارا سر توڑ دیا

(۳۹۱) شکاری۔ میرا نشانہ خالی نہیں گیا، میں نے اپنی آنکھ سے تیتر کے پر ہوا میں اُڑتے دیکھے ہیں۔

خادم۔ جناب پر تو اب بھی اُڑ رہے ہیں۔

(۳۹۲) پنجاب میں جب ریل نئی نئی چلی تو ایک جاٹ کو بھی ریل میں سوار ہونے کا شوق چرّایا ایک چھوٹے سے سٹیشن میں ٹکٹ گھر کی کھڑکی میں گردن ڈال کے کہہ رہا ہے۔

"اُجی بابو جی مھارے ناؤں کا ٹکس دو"۔

بابو۔ ٹکٹ کسی شخص کے نام کا نہیں ہوتا، تم کہاں جائے گا۔

جاٹ۔ مھارو دل جدھر چاہے گا جائے گا۔ تو اپنے پیسے لے اور ٹکس دے۔ بابو۔ جس گاؤں کو جانا ہے وہاں کا نام بتا۔

جاٹ۔ کھوتی پورہ۔ بابو نے فہرست دیکھی تو معلوم ہوا کہ کھوتی پورہ کوئی گاؤں ہے ریلوے سٹیشن سے چار میل آگے سٹیشن کا ٹکٹ دے کر کہا وہاں اُتر کر اپنے گاؤں کو پیدل چلا جائیو۔

جاٹ۔ تو تو مھارے گاؤں ہی کا ٹکس دے نا۔

بابو۔ ریل آگے نہیں جاتا۔

جاٹ۔ کیوں نا جاوے۔ بہت کرے چار پیسے اور لے لے۔

جب لوگوں نے سمجھایا تو خیر بات سمجھ میں آگئی۔ آخر کار پلیٹ فارم

پر جاکر گاڑی آتے ہی سب سے اچھی گاڑی میں جا ڈٹے۔ تھوڑی دیر میں گارڈ آیا۔ اُس نے کہا "او بُڈھے! اُترو۔ یہ فرسٹ کلاس ہے۔"

جاٹ۔ میں نا اُتروں۔ پیسے دے چکا ہوں۔

گارڈ۔ ول تم نہیں دیکھتا، اس میں گدیلے بچھے ہوئے ہیں۔

جاٹ۔ بے جا سسرا اپنا گدیلا ہم یونہیں بیٹھیں گے۔

گارڈ اُتارنا چاہتا ہے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہے، اُس نے کھڑکی پکڑ لی ہے اور کسی طرح نہیں اُترتا اتنے میں سیٹی ہوگئی ریل آہستہ آہستہ چلنے لگی، اگارڈ۔ ول تم اُترو نہیں تو تم کٹ جاتے گا۔ غرض کسی طرح نہ کسی طرح بہ ہزار مشکل گھسیٹ گھساٹ کے اُسے اُتار لیا۔ جاٹ یہ کہتا ہوا رہ گیا کہ "دیکھو سسر بھاڑے کی گاڑی چلا وے پیسے کے پیسے لے اور اُلٹا دباگ کرے ہے۔"

(۳۹۳) وکیل۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے کبھی کسی ڈاکٹر کی ڈاکٹری بھی کی ہے؟ ڈاکٹر۔ کیوں نہیں۔ وکیل۔ کیا ڈاکٹر کی ڈاکٹری ڈاکٹر اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے یا ڈاکٹر ڈاکٹر کی ڈاکٹری، ڈاکٹر کی مرضی کے مطابق کرتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے پاکٹ کیس سے نشتر فصد کے لیئے نکال لیا۔

(۳۹۴) جوانی اور بڑھاپا۔ ترش مزاج بڑھاپا اور جوانی یکجا

نہیں رہ سکتے۔ جوانی مسرتوں سے معمور ہو اور بڑھاپا سراپا کلفت
جوانی موسم میں صبح کا سہانا وقت سماں ہو اور بڑھاپا زمستان
کی شام۔ جوانی چست و چالاک ہو بڑھاپے کا دم پھولا ہوا ہو
جوانی تیز رفتار اور پھرتیلی ہو۔ بڑھاپا لنگڑا اور اپاہج۔ جوانی گرم
اور دلیر ہو۔ بڑھاپا ضعیف اور ناتواں اور سرد۔ جوانی تند مزاج
ہو۔ بڑھاپا سلیم الطبع۔ جوانی! جوانی!! آ میں تیری بلائیں لوں
بڑھاپے دور دفان ہو اب مجھے تجھ سے نفرت ہو۔ جوانی۔ میں سچ
کہتا ہوں میں تیرا عاشق ہوں۔ آہ میری جان! میری جان!!
تو جارہی ہو؟ بڑھاپے! تو اور جوانی کبھی اکھٹے نہیں رہ سکتے
میں تیرے منہ پر کہنے کو طیار ہوں (شیکسپیر) رباعی

پیری سے بنائے زیست لوٹ چکی — اک آس جوانی کی جو تھی ٹوٹ چکی
کہتے ہیں زبان حال سے یہ موئے سفید (انیس) — اب رات کہاں رہی کرن پھوٹ چکی

(۲۹۵) ایک واعظ اپنے ہمراہ ایک کرایہ کا رونے والا ہمیشہ
ساتھ رکھتے تھے کہ اُس کے رونے سے مجلس کا رنگ جمتا تھا
منشایہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاتے کہ واقعی مولوی صاحب کا
بیان سوز و گداز سے بھرا ہوا ہو ایک دفعہ مولوی صاحب ایک
مجلس میں مدعو ہوئے جہاں دعوت کا سامان بھی تھا بے چارے

مفلسی کے مارے ہمراہی نے انواع و اقسام کے کھانے دیکھے تو بے
قرار ہوگیا اور وہیں بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب منبر پر تشریف لے
گئے اور وعظ شروع کر دیا۔ دیر ہوگئی مگر رنگ نہ جما ادھر ادھر
دیکھا مگر کرایہ دار کا مجسّمہ نظر نہ آیا مضطربانہ حالت میں دریافت
کیا ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ ساتھی کے کان میں جو مولوی صاحب
کی یہ آواز پہنچی تو چونکے کیوں کہ وہ تو فنا فی الطعام کے مرتبے
پر پہنچ چکے تھے۔ وہیں سے بولے مولوی صاحب آپ اپنا
کام کیے جایئے۔ میں یہیں سے رونا شروع کر دیتا ہوں۔ جب
اہلِ مجلس پر مولوی صاحب کا یہ حال کھُل گیا تو وہ بہت
خفیف ہوئے۔

(۳۹۶) ایک صاحب کا نوکر دیہقانی تھا۔ ایک دن اُنھوں نے
اُسے خط دیا کہ ڈاک خانے کے لیٹر بکس میں ڈال آؤ۔ یہ خط لے کر
ڈاک خانے پہنچے۔ اور میاں لیٹر بکس ہوت! میاں لیٹر بکس ہوت!
کہہ کر پکارنا شروع کیا لیٹر بکس کوئی آدمی ہو تو جواب دے۔ یہ
آواز سُن کر ایک ظریف الطبع بابو نکلا اُس نے کہا اُن کی تو یہاں
سے بدلی ہوگئی گنوار خط لے کر واپس آیا اور کہا میاں جی لیٹر بکس
صاحب کی تو بدلی ہوگئی خط واپس لے آیا ہوں آقا نے کہا اے احمق

اُس لوہے کے صندوق کو جس میں خط ڈالتے ہیں لسٹر بکس
کہتے ہیں گنوار بولا- آپ لوگوں میں رحیم بکس، خُدا بکس، اللہ بکس
جیسے نام ہوتے ہیں میں نے جانا لسٹر بکس بھی کوئی صاحب ہونگے-
(۳۹۷) کسی نے ایک بادشاہِ عادل سے پوچھا کہ حضور والا نے وزیران
بدطینت کو کس لیئے مُنہ چڑھا رکھا ہی؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ "اپنی
نیک نامی کے لیئے کہ وہ لوگ سوائے بُرائی کے اور کسی طرف ہدایت
نہ کریں گے اور میں اُس پر عمل نہ کروں گا- پس مجھ کو اُن کے برخلاف
کرنے میں مفت کی نیک نامی حاصل ہوگی- خداوندِ کریم نے یہ دونوں
چیزیں اپنے دستِ قدرت میں رکھی ہیں اور دو چیزیں بادشاہوں
کو عطا فرمائی ہیں حیات و ممات خدا کے دستِ قدرت میں ہی اور
بادشاہوں کے قبضے میں عدل و رزق ہی اگر بادشاہ ظالم ہی تو
ان دونوں میں سے ایک بھی اُس کے قبضے میں نہیں-
(۳۹۸) ایک تونگر نے کسی ظریف کو ایک طلائی انگوٹھی بے نگینے
کی دی اور کہا کہ میرے حق میں دعائے خیر کر- ظریف نے دعا کے
لیئے ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ اس انگوٹھی والے کو ایک قصرِ زرّین بے
چھت کا عطا فرما" امیر نے کہا کہ یہ کیسی دعا ہی؟ ظریف نے کہا جیسا
دینا ویسا لینا اگر انگوٹھی مع نگینے کی ہوتی تو قصرِ بہشتی سقف دار ملنے کی دعا کرتا-

(۳۹۹) ایک صاحب اثنائے گفتگو میں "متقی" کا لفظ بول اٹھے ایک ایرانی صاحب نے کہا "متقی، چہ معنی دارد؟" کہا کہ متقی اُس کو کہتے ہیں جس کو کافی موقعہ ملے تنہائی ہو کوئی امر مانع نہ ہو اور وہ اپنے کو کسی عورت حسینہ اور جمیلہ سے ملوّث نہ کرے ایرانی بولا "فہمیدم، فہمیدم، در ملک ماآں را مخنّث می گویند"

(۴۰۰) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلی کے نامور عالم اور بزرگ کی مجلس میں ایک صاحب پانی دم کرانے کو لائے آپ نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا۔ ایک جنٹلمین وہاں بیٹھے تھے اُنھوں نے کہا اس چھو چھا سے کیا ہوتا ہے۔ آپ یہ سُن کر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے کوئی کلمہ درشت ان کی شان میں کہا جسے سُن کر جنٹلمین بہت برہم ہوئے شاہ صاحب نے کہا کہ برہم ہونے کی کیا بات ہے جب زبانی بات میں یہ اثر ہے کہ آپ جامے سے باہر ہوگئے تو چھو چھا میں اثر ہونا کیا محلِ تعجب ہے۔

(۴۰۱) ایک لڑکا ایک مٹی کی رکابی میں تھوڑی کھیر لے جاکر مسجد کے ملّا کو دے آیا۔ ملّا صاحب نے کھیر کھاکر مٹی کی رکابی پھینک دی وہ ٹوٹ گئی۔ لڑکا رونے لگا کہ تم نے رکابی توڑ دی، میری ماں مجھے مارے گی کھیر میں کتّے نے منہ ڈال دیا تھا۔ اور یہ رکابی

میرے چھوٹے بھائی کا پاخانہ اٹھانے کی تھی۔

(۴۰۶) ایک بادشاہ بڑا سیر چشم اور اسراف تخمیر تھا کہ گویا اُس کے ہاتھ میں ہڈی نہ تھی۔ وزیر ہمیشہ روکتا ٹوکتا رہتا تھا۔ بادشاہ وزیر کو لے کر ایک بزرگ کی خدمت میں گیا اور یہ کیفیت بیان کی بزرگ نے کہا کہ میرے تکیئے کے کنوئیں پر سارے دن لوگ پانی بھرتے ہیں پھر رات بھر میں اُتنے کا اُتنا ہی ہو جاتا ہے اور جس دن میں کوئی نہیں بھرتا اُس دن اُبل بھی نہیں جاتا قدرتِ خدا دیکھو کہ جس وقت بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے پستان کا خون دودھ سے بدل جاتا ہے اور جب بچہ پرورش پا جاتا ہے وہ دودھ بھی خشک ہو جاتا ہے سہ

نرگس می دہانند کس می دہد ✻ خدامی دہاند خدامی دہد

وزیر بزرگ کے اقوال سُن کر بہت نادم شرمسار ہوا۔

(۴۰۳) ایک واعظ منبر پر چڑھا ہوا بڑے زور شور سے وعظ کہہ رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص بہت گریہ کر رہا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس شخص پر وعظ کا بڑا گہرا اثر ہوا ہے بعد ختمِ وعظ کسی نے پوچھا حضرت آپ کو بہت رقت ہوئی۔ اُس نے جواب دیا بات یہ ہے کہ واعظ صاحب کی لمبی ڈاڑھی ہلتی ہوئی دیکھ کر مجھے

اپنا پالا ہوا بکرا یاد آگیا جو مرگیا جس کی ڈاڑھی بھی اِسی طرح جگالی کرنے میں ہلتی تھی۔

(۳۴۸) ایک بڑا بھاری بے وقوف کسی امیر کے ہاں نوکر تھا اُس کو اُنھوں نے ایک لکڑی دی اور کہا کہ تجھے تجھ سے زیادہ جو احمق ملے اُسے دے دیجو۔ خیر بات گئی گزری ہوئی چند دنوں کے بعد یہ امیر بسترِ مرگ پر پڑگیا اور زیست سے ناامید ہوا نوکر سے کہا کہ بس بھئی رخصت۔ نوکر۔ کہاں تشریف لے جاتے ہیں اور کب تک واپس آیئے گا۔ امیر۔ ایسے مقام پر جاتا ہوں جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا۔ نوکر۔ وہاں آپ نے اپنے رہنے سہنے کے لیے کوئی مکان بنوالیا ہے۔ جواب دیا، نہیں۔ کیا ڈیرہ خیمہ کچھ بھیج دیا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ کچھ سامان توشہ خانہ اور باورچی خانے کا بھیج دیا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ تب وہ احمق نوکر بولا۔ قصور معاف، جہاں تھوڑے دن رہنا تھا وہاں تو یہ کروفر تھا، اور سب سامان آپ نے ٹھیک ٹھاک کر رکھا تھا اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ کا رہنا ہے وہاں کا کچھ سامان نہ کیا تو آپ سے بڑھ کر اور احمق کون ہوگا۔ بس یہ لکڑی آپ ہی لیجیے۔

"عطائے تو بلقائے تو بخشیدم" ؎

(۴۰۵) ایک قصّاب کی دکان پر سے ایک وکیل صاحب کا کتّا گوشت کا ایک بچّا لے اُڑا۔ قصاب نے دوسرے دن انہیں وکیل سے پوچھا کہ "اگر کسی کا کتّا میرا گوشت اُٹھا لے جائے تو میں کیا کروں؟" وکیل نے کہا، مالک سے دام مانگو، اگر نہ دے تو نالش تان دو۔ قصاب۔ اچھا تو ایک روپیہ سیدھے ہاتھ سے دلوایئے آپ ہی کا کتّا میرا گوشت لے گیا ہے۔ وکیل نے کہا کہ میں ایسی سرسری قانونی صلاح و مشورے کی دو روپئے فیس لیتا ہوں۔ تم ہی ایک روپیہ مجھے دلواؤ، اور ایک روپیہ اپنے گوشت کا کاٹ لو تاکہ حساب بے باق ہو۔

(۴۰۶) ایک ظریف کے تین چار بچّوں میں سب سے آخر جو لڑکا پیدا ہوا اُس کا رنگ اپنے بہن بھائیوں سے ذرا سا نولا تھا۔ اُن کے کسی دوست نے پوچھا کیوں جی اور بچّے تو سُرخ و سفید ہیں یہ لونڈا کالا کیوں ہے"؟ اُنہوں نے جواب دیا "یہ تہ دیگی کھُرچن ہے"

(۴۰۷) عالمگیر کا مزاج سرمد سے مکدّر تھا، اس لئے ہمیشہ اُس کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ قاضی قوی جو اس عہد میں قاضیِ شہر تھا اُس نے ایک موقع پر سرمد علیہ الرحمۃ کو بھنگ

پیتے ہوئے جا پکڑا۔ اول بہت لطائف و ظرائف کے ساتھ سوال و جواب ہوئے، آخر جب قاضی نے کہا کہ نہیں، شرع کا حکم یہی طرح ہی، کیوں حکم الٰہی کے خلاف باتیں بناتا ہی تو آپ نے فرمایا

"کیا کروں بابا شیطان قوی ہی"

(۴۰۸) ایک بادشاہ نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ جو کوئی میرے دل کا حال بتلا دے گا اُس کو ایک لاکھ روپیہ انعام دوں گا ایک عقل مند نے کہا آپ کے دل میں یہ ہی کہ خدا بے شک ہی اور میں ایسے انصاف سے کام کروں گا کہ وہ خوش رہے۔ بادشاہ نے کہا بے شک اور اُس کو انعام موعودہ دیا وزیر کو حسد ہوا کہ ایک ذراسی بات پر اس قدر زرِ خطیر دے دیا وزیر نے کہا کہ اچھا اگر میرے دل کا حال بتا دو تو میں جانوں اور ہزار روپیہ تمہاری نذر کروں اور دل میں کہا کہ غالباً یہی مضمون میری نسبت بھی کہے گا تو میں صاف مُکر جاؤں گا۔ عقل مند بولا کہ آپ کے دل میں ہی کہ حضرت جہاں پناہ کی عمر دراز ہو اور مُلک و دولت کی ترقی ہو۔ وزیر کو کہنا پڑا بے شک اور انعام بھی دیا۔

(۴۰۹) ایک ظریف رمضان شریف میں دن دہاڑے نان بائی

کی دکان پر بیٹھے کھانا اُڑا رہے تھے۔ اتفاقاً ایک صاحب
اُدھر سے آنکلے اور اُن کو کھانا کھاتے دیکھ کر کہنے لگے "تجھے
شرم نہیں آتی کہ اتنا بڑا ڈیل ڈول اور سنڈا مشٹنڈا ہو کر
رمضان میں بیٹھا کھا رہا ہے" ظریف ہنسا اور کہنے لگا "کچھ آپ
کی عقل تو نہیں گئی اگر ایسی بہکی بہکی باتیں کروگے تو لوگ آپ
کو پاگل بتائیں گے۔ ذرا آنکھیں کھول کے دیکھیئے، میں قاب
میں کھا رہا ہوں یا رمضان میں۔ اگر قاب کو آپ کے ہاں رمضان
کہتے ہیں تو یہ میں نہیں جانتا" یہ سُن کر وہ بے چارے اپنا
سا منہ لے کر چلے گئے۔

(۴۱۰) ایک اُستاد نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ جب
بات کریں تو فصاحت اور بلاغت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔
ایک دن اتفاقاً چلم میں سے ایک چنگاری اُڑ کر حضرت کی پگڑی
پر جا پڑی۔ شاگرد نے کہا "جنابِ اُستاد صاحب مولینا و مقتدانا
بالفضل اولنا قبلہ و کعبۂ دو جہان حضور کی دستارِ عظمت آثار پر ایک
اخگرِ ناہنجار شرریارِ آتش کدۂ چلم سے بادِ صرصر کے جھونکے
سے پرواز کر کے شعلہ افگن ہے" اس عرصے میں تمام پگڑی
جل گئی تو اُستاد صاحب کیا فرماتے ہیں "خود کردہ را علاجے نیست"

(۴۱۱) ایک ظریف سے کچھ قصور سرزد ہوا اُسے کوتوال شہر کے پاس لے گئے جو حبشی تھا۔ کوتوال نے حکم دیا اس کا مُنہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے شہر میں تشہیر کرو۔ ظریف بولا حضور میرا مُنہ نہ کالا کروائیے ورنہ لوگوں کو مغالطہ ہوجائے گا کہ کوتوال صاحب کی آج یہ گت بنی، کوتوال شرمندہ ہوا اور اُس کے قصور سے درگزرا۔

(۴۱۲) ایک امیر بینگن کی ترکاری کی نفریں کر رہے تھے کہ ایسی حراب ترکاری ہی بجنبلی، بادی، بدذائقہ مصاحب نے کہا ہاں جناب ساری ترکاریوں کا فُضلہ ہی چند دن کے بعد اُسی امیر نے بینگن کی تعریف کی تو آپ نے آگے بڑھ کے کہا سبحان اللہ بینگن کی کیا بات ہی دیکھئے کسی ترکاری کے سر پر تاج نہیں اور اس کے سر پر تاج ہی۔ امیر نے یہ سُن کر کان کھڑے کیے اور کہا مُیاں! تم بھی عجب آدمی ہو ابھی چند روز ہوئے کہ میں بینگن کی مذمّت کر رہا تھا اور تم بڑی شدّومد سے ہاں میں ہاں ملا رہے تھے یا آج میں تعریف کر رہا ہوں تو تم تعریف میں بھی مبالغہ کر رہے ہو۔ مصاحب نے جواب دیا حضور میں آپ کا نوکر ہوں کچھ بینگن کا نوکر نہیں۔ مجھے تو ہر حال میں حضور کی خوشنودی مقدّم ہی۔

(۴۱۳) کسی ظریف نے ایک طوائف سے جس کی عمر ڈھل گئی تھی دیکھ کر کہا "بستی تو اچھی تھی مگر اب اُجڑ گئی"۔ اُس نے کہا "ہاں صاحب جب آپ جیسے دو چار رہنیں اس بستی میں سے نکل گئے تو کہاں تک نہ اُجڑتی۔

(۴۱۴) ایک طوائف عمر رسیدہ ہونے سے سوکھ کر اچھور ہوگئی تھی، کسی صاحب نے فقرہ کسا کہ "نری ہڈیوں کا ڈھانچ رہ گیا ہی" وہ بولی ساری یخنی آپ پی گئے نرا ہڈیوں کا پھوک رہ گیا ہی۔

(۴۱۵) ایک گنوار ریل میں سفر کر رہا تھا۔ جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھیری تو وہ کسی ضرورت سے اُترا۔ اتنے میں گاڑی چل پڑی گنوار بہت سٹ پٹایا اور جلدی سے پگڑی میں سے ٹکٹ کھولا اور گاڑی کی طرف ٹکٹ دکھا کر بولا "جاوے گی کنگے کو ٹکس تو مھارے دھورے ہی" گاڑی چل دی اور میاں گنوار ٹکٹ دکھاتے کے دکھاتے رہ گئے۔

(۴۱۶) ایک طوائف کنجی کا گچھا لٹکائے کسی محفل میں بیٹھی تھی کسی ظریف نے پوچھا "بی صاحب! یہ کیا لٹکا رکھا ہی" اُس نے کہا "میرے کرائے کے مکانوں کی کنجیاں ہیں" ظریف۔ اور اس کوٹھری کا کیا کرایہ ہی؟ طوائف۔ اس میں تو پہلے ہی آپ نو مہینے

بے کرایہ رہ چکے ہیں، کیا ایسی جلد بھول گئے؟" ظریف اس جواب سے کٹ گیا۔

(۴۱۷) لکھنؤ کے ایک نواب زادے بڑے لحیم شحیم الفربہ خواہ مخواہ مردِ آدمی چوک میں تانگے کی تلاش میں کھڑے تھے۔ تانگے والے کو بلایا اور کہا امین آباد لے چلو۔ لکھنؤ کے تانگے والے بھی چھٹے ہوئے ہوتے ہیں اُس نے دیکھا یہ دس من کی لاش تانگے میں سمائے گی کیسے اور ٹٹو کھینچے گا کیسے؟ کہنے لگا "کیا سارے کے سارے ایک ہی دم چلیئے گا؟ خیر بگوش شنو سنگ آمد و سخت آمد اس بوجھ کو لے جاکر امین آباد میں ڈال دیا وہاں سے ان کو کہیں اور جانا تھا۔ پھر اُسی تانگے والے کو تاکا اور جھٹ جاکر بیٹھ ہی گئے گھوڑا تو چراغ پا ہوتے سُنا تھا یہاں ان کے وزن سے تانگہ چراغ پا ہوگیا۔ تانگے والے نے پوچھا "کہاں لے چلوں" کہا "جہاں سے ہم آتے ہیں وہیں لے چلو۔ تانگے والا بڑا مسخرا تھا بولا "قبلہ معاف کیجئے میرا تانگہ وہاں نہیں جاسکتا"۔

(۴۱۸) لارڈ کرزن کے زمانے میں جب کہ ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی کا دربار بڑی کرّوفر سے ہوا تھا اور ہر خطۂ ہند کے لوگ کھینچ کر دہلی میں چلے آئے تھے۔ ایک دن مدراس کی طرف

کے فوج کے چند سپاہی، کوئی دس بارہ ہمارے گھر میں آئے کہا مولوی صاحب (مولوی نذیر احمد صاحب) کو دیکھنے آئے ہیں۔ میں نے کہا دیکھو گے؟ سپاہی۔ دہلی آکر ہم نے قلعہ، جامع مسجد، قطب صاحب کی لاٹ وغیرہ عجائبات دیکھے مولوی صاحب کا نام بھی بہت سُنا ہے اسی طرح اُن کی زیارت سے بھی مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ میں نے اطلاع کر دی۔ والدِ مرحوم نے فرمایا "اچھا بُلا لو۔ ان لوگوں نے جاکر دستِ بوسی کی اور کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کیں والدِ مرحوم نے فرمایا بھئی مجھے دیکھ کر کیا کرو گے "بانگِ دہل" ہے، جو دور ہی سے سہاونی لگتی ہے"

(۴۱۹) ملکِ معظم جارج پنجم کے دربارِ تخت نشینی میں میرے والد ماجد مرحوم کے نام بھی دعوتی کارڈ آئے۔ میں لے کر گیا پوچھا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا دربار کے دعوتی کارڈ ہیں" سُن کر آب دیدہ ہوئے فرمایا "میاں اب ہم اُس ٹھَٹے دربار میں جانے والے ہیں بس بہت جا چکے، تم جاؤ" اور نہیں گئے۔

(۴۲۰) میرے والد جب شروع شروع پنشن لے کر آئے تو ٹاؤن ہال میں کوئی جلسہ تھا ایک لمبی فہرست امراء و رؤسائے شہر کے ناموں کی آئی۔ اُس پر میرے والد ماجد نے لکھ دیا کہ

"اگر یہ طلبی حکمًا ہو توسمن یا وارنٹ آنا چاہیئے۔ اگر دوستانہ بلاوا ہو تو کارڈ یا چٹھی آنی چاہیئے تھی اور اگر میری مرضی پر چھوڑا جاتا ہو تو میں نہیں آتا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے تحصیل دار سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جب معلوم ہوا کہ فلاں شخص ہے تو تحصیل دار سے کہا تم نے بڑی غلطی کی کہ عام طور کا رسمی بلاوا بھیج دیا پھر خود معذرت کی چٹھی لکھ کر والد صاحب کو بلوایا۔

(۴۲۱) ایک اعلیٰ یوروپین افسر سے میں ملنے گیا۔ اُن کے دربار کا یہ حال تھا کہ خوشامدی ضرورت بے ضرورت گھیرے رہتے تھے۔ نماز ناغہ ہو جائے پروا نہیں مگر سلام ناغہ نہ ہو۔ چوں کہ بہت دنوں کے بعد گیا تھا، صاحب نے فرطِ نوازش سے پوچھا تم بہت دنوں میں آیا؟ میں۔ حضور! میں عید کا چاند ہوں جو سال میں دو مرتبہ نکلتا ہے۔ علاوہ ازیں نہ آپ کا نمک خوار ہوں کہ پنشن خوار سرکارِ عالی نظام کا ہوں نہ کوئی غرض، ہاں رعیت ضرور آپ کی ہوں علاوہ ازیں بے کار آکر آپ کے مخلِ اوقات ہوتا آپ کے اوقاتِ گرانمایہ کو ضائع کرنا ہے۔ ہماری آپ کی ملاقات بس دور سے ہی اچھی۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ صاحب اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کبھی کبھی آیا کرو۔

(۴۲۲) جب کہ میری مدت ملازمت سی سالہ قریب الختم تھی ایک مرتبہ اتفاقاً تنخواہ رک گئی حکم آیا کہ تمہارے تقرر کا داخلہ نہیں ملتا بھیجو۔ میں نے جواب لکھا اب کہ میری ملازمت کا جہاز کنارے آن لگا، آپ میری ملازمت کا داخلہ پوچھتے ہیں؟ اتنی مدت کی بلافصل و مسلسل ملازمت ہی کافی داخلہ ہے
جب سے تقرر ہوا برطرفی تو کجا معطل بھی نہیں ہوا۔ اس سے بڑھ کے اور داخلہ کیا چاہیئے جواب معقول تھا تنخواہ جاری ہو گئی۔

(۴۲۳) کسی نواب کے ملک میں قحط پڑا، امرائے دربار نے عرض کیا کہ حضورِ والا قحط پڑ گیا رعایا تباہ حال ہے۔ نواب صاحب نے پوچھا "جی قحط کیا ہے؟" عرض کیا پیداوار تلف ہو جانے کو قحط کہتے ہیں۔ تو اگلے زمانے کے امراء ایسے بھولے ہوتے تھے کہ نواب صاحب نے نہایت حیرت سے پوچھا "تو کیا ہماری رعایا کو باریک چاول کا خشکہ بھی نہیں ملتا ہے؟"

(۴۲۴) دو دوست بیٹھے ایک رکابی میں کھچڑی کھا رہے تھے، بیچ میں ایک گھی کا لوندا دھرا تھا۔ صاحبِ خانہ نے باتیں کرتے کرتے کہا کہ اگر کوئی تمہارا دشمن ہو تو میں اس طرح اس کے دو ٹکڑے کر دوں۔ یہ کہہ کر رکابی میں ایک ایسا آڑا خط کھینچا کہ

وہ سارا گھی اپنی طرف کر لیا۔ دوست بولا ہاں واقعی مجھے آپ سے ایسی ہی اُمید ہی۔ اس بات میں میں بھی آپ سے کچھ کم نہیں ہوں آپ کے دشمن کو ملیا میٹ کر دوں اور اس طرح رونڈ ڈالوں یہ کہہ کر کھچڑی ساری ملا دی۔ کھچڑی کیا ملائی گویا گھی ملا دیا۔

(۴۲۵) ایک سر رشتہ دار دیرینیہ ملازم کو ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھ کر برخاست کر دیا کہ یہ نالایق اور ناکارہ ہی۔ مرتا کیا نہ کرتا اپیل کرتا کرتا دیسرلئے تک پوہنچا۔ نقّار خانے میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہی مگر وہ زمانہ لارڈ کرزن آں جہانی جیسے بیدار مغز اور منصف ویسرلئے کا تھا۔ آپ نے اُس کی ساری مثل ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ یہ شخص پچیس سال کا ملازم ہی افسوس ہی کہ اتنے دنوں کے بعد اب کہیں جا کر اس کے افسروں کو اس کی نالایقی کا علم ہوا ایسے غافل اور بے خبر افسر قابلِ بازپرس نہ کہ یہ، لہذا خدمت پر بحال کیا گیا

(۴۲۶) میرے عزیزوں میں عبد الصمد نامی ایک صاحب تھے جو قانون گو تھے۔ قاعدے سے اُن کو نصف تنخواہ یعنی بندرہ روپئے پنشن ہونی چاہیئے تھی مگر کچھ کاٹ چھانٹ کر کے اکونٹنٹ جنرل کے حکم سے بارہ پر آن ٹھیری کسی زمانے میں سر جان ہیوئٹ لفٹنٹ گورنر صوبۂ متحدہ کسی ضلع کے جنٹ تھے اور یہ اہلمد یہ سید ھے

لاٹ صاحب کے پاس پونہچے، اور اپنی خدمات سابقہ کو یاد دلاکر بڑے ادب سے عرض کیا "حضور تو بادشاہ ہوگئے اور فدوی چمار کا چمار ہی رہا بلکہ پندرہ کی جگہ بارہ ہی رہ گئے۔ جب تیس ملتے تھے جورو نہ تھی اب جورو بھی ہی اور نصف درجن بچے۔ پہلے ہی تیس میں پوری نہ پڑتی تھی اب بارہ میں کیا ہوگا؟ لاٹ صاحب کو رحم آگیا اور خاص طور پر پورے پندرہ روپئے پنشن کی اجرائی کا حکم دیا

(۴۲۷) اکثر سرکاری دفاتر میں بلّی چوہے مارنے کے لئے رکھی جاتی ہی۔ بلّی کی خوراک سرکار سے ملتی ہی۔ اکونٹنٹ جنرل نے خرچ خوراک اس ریمارک سے نامنظور کیا "اگر بلّی چوہے مارتی ہی تو خوراک کی ضرورت نہیں اور اگر اپنا حقِ خدمت ادا نہیں کرتی یعنی نہیں مارتی تو پھر خوراک کیسی؟"

(۴۲۸) ایک انگریز ایک امریکن کو اسٹیشن سے اپنے گھر کو لئے جارہا تھا راستہ میں ایک عالی شان عمارت دکھائی دی۔ امریکن نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہی۔ انگریز نے بتایا کہ یہ عدالتِ عالیہ کی عمارت ہی۔ یہ تین سال میں تیار ہوئی ہی۔

امریکن نے کہا کہ ہمارے ہاں تو یہ عمارت دو دو دن میں تیار ہوتی ہی۔ انگریز اس تعلّی پر سٹپٹا گیا اور موقعہ کا منتظر رہا اتنے

میں ایک اور عمارت نظر آئی یہ نسبتہً اُس سے چھوٹی تھی امریکن نے پھر دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ کونسی عمارت ہی۔ انگریز نے حیرت ظاہر کی اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا معاملہ ہی کیونکہ جب میں آپ کو اسٹیشن لینے گیا تھا۔ تو یہ عمارت تھی ہی نہیں اب جب آپ کو لے کر آیا ہوں تو اس عمارت کو تیار پاتا ہوں (یعنی اتنی سی دیر میں بن گئی)۔

(۴۲۹) بچّے کا باپ مرگیا۔ بچّہ ماں سے پوچھتا ہی۔ اچھی اماں جان آبا کب تک آئیں گے؟ ماں جواب دیتی ہی کہ بیٹا! تیرے آبا جہاں گئے ہیں وہاں سے پھر کر آنا ناممکن ہی۔

بیٹا۔ اچھا ہی جو آبا اب نہ آئیں۔ آماں میں تمہیں اتنا چاہتا ہوں کہ میرے دل میں آبا کو چاہنے کی گنجایش نہیں رہی۔

(۴۳۰) حسینانِ عصمت شکن دل میں خوفِ خدا سے بہت ڈرتے ہیں۔ گو وہ نفس کی سرکشی سے گرفتارِ معصیت ہو جائیں، مگر رسومِ مذہبی کے زیادہ معتقد ہوتے ہیں۔ درگاہوں، پیروں نذر و نیاز وغیرہ کی طرف ان کا سب سے زیادہ رجحان اور اعتقاد ہوتا ہی۔ اس کے دو سبب سمجھیئے کہ یا تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہی یا چوں کہ عقائدِ مذہبی میں عصمت فروشی بڑا گناہ ہی اپنے گناہ

کی شرمساری اور خجالت بہت زیادہ ہوتی ہی چاہتے ہیں کہ کسی
نہ کسی طرح خدا ان کے اس گناہوں سے درگزرے۔

(۴۳۱) مارینٹل کہتا ہی کہ اگر تمہاری بی بی حسین اور نیک بخت ہی تو تمہاری خوش نصیبی میں کیا کلام ہی؟ اگر بدمزاج اور آوارہ خصلت ہی تو تمہارے فلاسفر ہونے میں شک نہیں کہ حکیم سقراط کی بی بی ہی سقراط کے ہنر کا باعث ہوئی۔ بی بی کی بدمزاجی سقراط کے صبر و استقلال کا سبب تھی۔ عورت بھلی ہو یا بُری بے کار نہیں سچ کہا ہی "ہر کہ زن نہ دارد، آسائشِ تن نہ دارد" سعدی کا یہ قول کہ ؎

زنِ بد در سرائے مردِ نکو ❊ ہم دریں عالم است دوزخِ او

کچھ بہت ٹھیک[۱] نہیں۔

(۴۳۲) خدا نے جب خلقت کو پیدا کیا تو جس سے اُس کو جتنی محبت تھی اُتنی ہی اُس میں خوبیاں پیدا کیں۔ حسینوں سے اُسے محبت زیادہ تھی سب سے زیادہ خوبیاں حسینوں کو عطا فرمائیں ہر چیز خاک سے بنائی مگر اُن کے دل موم سے بنائے (گو کہنے کو شاعران کے دل پتھر کے بتاتے ہیں) بہشت میں حوریں نہ ہوں تو بہشت دوزخ میں فرق ہی کیا ہی؟

[۱] میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہی اور بالکل ٹھیک ہی قدرِ مصیبت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید ۱۲۔

(۴۳۳) مولوی چراغ علی صاحب المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر صوبہ دار صوبۂ گلبرگہ شریف بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ بلگرام کے ایک وکیل صاحب سید حسین نامی کو اُن کے مزاج میں بڑا درخور تھا۔ کسی معاش دار کا مقدمہ پیش تھا۔ نواب صاحب نے کہا "یہ بڑا بدمعاش ہے" وکیل صاحب نے کہا "یہ بدمعاش کیسے ہوئے یہ تو معاش دار ہے" نواب صاحب ہنس پڑے۔

(۴۳۴) ایک بستی میں اتفاقاً ہاتھی آ گیا۔ گاؤں والوں نے کبھی ہاتھی دیکھا نہ تھا، بک دھک رہ گئے۔ لال بجھکڑ سے پوچھا یہ کیا ہے۔ لال بجھکڑ دلی میں ہاتھی دیکھ چکے تھے، بولے۔

یا تو بوجھے کوئی بوجھ بجھکڑ یا بوجھے کو ۔ یا تو ہو گی رات اکٹھی یا کوئی دلی والا ہو

(۴۳۵) توپ کو گاؤں والوں نے دیکھا، ہر چند غور کیا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ لال بجھکڑ نے اُس گتھی کو یوں سُلجھایا۔

یا بوجھے کوئی بوجھ بجھکڑ یا بوجھے کوئی دانا۔ گھُن کھا کر گر پڑا اللہ میاں کا سرمے دانا

(۴۳۶) ایک معمر شخص دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ ہر چند اُن کے پس ماندوں نے تلاش کی مگر نعش نہ ملی۔ تیسرے دن بلا سر کی نعش اُبھری۔ پوتوں نے کہا ہے تو یہ نعش عین بین دادا صاحب ہی کی مگر اُن کے تو سر تھا اس کے سر نہیں (سر مچھلیاں کھا گئی تھیں)

کسی سے یہ مرحلہ طے نہ ہوا، صلاح ہوئی کہ چلو دادی صاحب سے پوچھیں، دادی سے پوچھا، اُنھوں نے کہا یہ تو مجھے بھی خبر نہیں کہ اُن کے سر تھا یا نہیں مگر آٹھویں دن حجامت کو پیسہ لیا کرتے تھے۔ سر ہوگا جب ہی تو لیتے تھے۔

(۴۲۷) لکھنؤ کی ایک صحبت میں جب کہ مرزا غالبؔ[۱] وہاں موجود تھے۔ ایک روز لکھنؤ اور دلّی کی زبان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے مرزا سے کہا کہ جس موقع پر اہلِ دہلی اپنے تئیں بولتے ہیں۔ وہاں اہلِ لکھنؤ آپ کو بولتے ہیں۔ آپ کی رائے میں فصیح آپ کو ہے یا اپنے تئیں؟ مرزا صاحب نے کہا فصیح تو یہی معلوم ہوتا ہے جو آپ بولتے ہیں، مگر اس میں دقّت یہ ہے کہ مثلاً آپ میری نسبت یہ فرمائیں کہ "میں آپ کو فرشتہ خصائل جانتا ہوں" اور میں اُس کے جواب میں اپنی نسبت عرض کروں کہ "میں تو آپ کو کتّے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں" تو سخت مشکل واقع ہوگی۔ میں تو آپ اپنی نسبت کہوں گا اور آپ ممکن ہے کہ اپنی نسبت سمجھ جائیں۔

[۱] یہ لطیفے زیادہ تر مولانا حالی کی یادگارِ غالب اور مولوی محمد حسین آزاد کی آبِ حیات سے لیے گئے ہیں اور کچھ میرے سُنے سُنائے ہیں۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب المعروف بہ مرزا نوشہ المخاطب بہ نجم الدولہ دبیر الملک (بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

(۴۳۸) جب مرزا قید سے چھوٹ کر آئے تو میاں[۵۵] کالے صاحب کے مکان میں آکر رہتے تھے۔ ایک روز میاں کے پاس بیٹھے تھے۔ کسی نے آکر قید سے چھوٹنے کی مبارک باد دی مرزا نے کہا کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہی۔ پہلے گورے کی قید میں تھا اب کالے کی قید میں ہوں۔

(۴۳۹) ۱۸۱۷ء میں جب کہ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم کلکتے گئے ہوئے تھے مولوی محمد عالم مرحوم نے جو کلکتہ کے

(بقیہ نوٹ صفحۂ گذشتہ) اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ ۸ر رجب ۱۲۱۲ھ کو آگرے میں پیدا ہوئے اور ۲ر ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ م ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء کو ۷۲ بہتّر برس چار مہینے کی عمر میں انتقال کیا۔ درگاہِ حضرت سلطان نظام الدین میں اپنے خسر کے پائینِ مرزا دفن کیے گئے۔ مادۂ تاریخ وفات آہ غالب بمرد ہے۔ ۱۲۸۵ھ ۱۲ ملاحظہ ہو

۵۵ حضرت محمد نصیر الدین عرف میاں کالے صاحب بہادر شاہ بادشاہِ مرحوم کے شیخ اور مولانا فخر الدین قدس سرّہٗ کے پوتے تھے۔ مرزا مدت تک ان کے مکان میں رہے ہیں وہ مرزا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور انہیں کی تقریب سے قلعے میں تعلق پیدا ہوا۔ غالب کی تجہیز و تکفین سنّیوں کے طریقے پر ہوئی آپ کی قبر پر یہ کتبہ ہی:-

(بقیہ نوٹ بر صفحۂ آئندہ)

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد * اسد اللہ خانِ غالب مرد

ایک مدبر نبیہ فاضل تھے، نواب صاحب نے بیان کیا کہ جس زمانے
میں مرزا صاحب یہاں آئے ہوئے تھے، ایک مجلس میں جہاں مرزا
بھی موجود تھے اور میں بھی حاضر تھا، شعر کا ذکر ہو رہا تھا۔ اثنائے
گفتگو میں ایک صاحب نے فیضی کی بہت تعریف کی مرزا صاحب
نے کہا "فیضی کو جیسا لوگ سمجھتے ہیں ویسا نہیں ہے" اس پر بات بڑھی
اُس شخص نے کہا "فیضی جب پہلی بار اکبر کے روبرو گیا تھا اُس نے
ڈھائی سو شعر کا قصیدہ اُسی وقت ارتجالاً کہہ کر پڑھا تھا۔ مرزا
بولے "اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ دو چار سو نہیں
تو دو چار شعر ہر موقع پر بداہۃً کہہ سکتے ہیں" مخاطب نے جیب
میں سے ایک چکنی ڈلی نکال کر ہتھیلی پر رکھی اور مرزا سے
درخواست کی کہ اس ڈلی پر کچھ ارشاد ہو۔ مرزا نے گیارہ شعر
کا قطعہ اُسی وقت موزوں کر کے پڑھ دیا جو کہ اُن کے دیوانِ ریختہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

کل میں غم و اندوہ میں باخاطرِ محزوں ※ تھا تربتِ استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک
دیکھا تو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروح ※ ہاتف نے کہا "گنجِ معانی ہے تہِ خاک"
مولانا حالی کے قطعہ کا آخری شعر یہ ہے :-

تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیرِ فکر ※ "حق مغفرت کرے" "عجب آزاد مرد تھا"
۱۲۷۶ ۳۰۰ ۱۲۱۱

میں موجود ہے اور جس کا قطعہ یہ ہے:۔ **قطعہ**[1]

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی ⁕ زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے ⁕ ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے ⁕ خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے

حجر الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض ⁕ نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے

صومعہ میں اسے ٹھیرائیے گر مُہرِ نماز ⁕ میکدہ میں اسے کشتِ خُمِ صہبا کہیے

مستی آلودہ سر انگشتِ حسینان لکھیے ⁕ سرِ پستانِ پری زاد سے مانا کہیے

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض

اور اس چکنی سُپاری کو سویدا کہیے

(۴۴۰) سُنا ہے کہ مرزا صاحب کرنل برون کے روبرو گئے تو اُس وقت کلاہِ پپاخ اُن کے سر پر تھی۔ اُنھوں نے مرزا کی نئی وضع دیکھ کر پوچھا کہ "وِل تم مسلمان؟" مرزا نے کہا "آدھا" کرنیل نے کہا "اس کا کیا مطلب؟" مرزا نے کہا "شراب پیتا ہوں سور نہیں کھاتا" کرنیل یہ سُن کر ہنسنے لگا پھر مرزا نے وزیرِ ہند کی چٹھی جو ملکۂ معظمہ انگلستان کے قصیدۂ مدحیہ کی رسید اور جواب میں تھی دکھائی۔ کرنیل نے کہا "تم سرکار کی فتح کے بعد پہاڑی پر کیوں نہ حاضر ہوئے؟" مرزا نے کہا میں چار کہاروں کا افسر تھا، وہ

[1] یہ پورا قطعہ تیرہ شعروں کا ہے ہم نے چند شعر لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ ۱۲

چاروں مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے ، میں کیوں کر حاضر ہوتا۔

(۴۴۱) جب نواب یوسف علی خاں بہادر والیٔ رام پور کا انتقال ہوگیا اور مرزا تعزیت کے لئے رام پور گئے۔ چند روز بعد نواب کلب علی خاں مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا اُن کی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے۔ چلتے وقت نواب صاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا "خدا کے سپرد" مرزا نے کہا "حضرت! خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے آپ پھر اُلٹا مجھ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔"

(۴۴۲) رمضان شریف میں مرزا اپنے دوست نواب حسین مرزا[1] کے ہاں بیٹھے تھے، پان منگا کر کھایا ایک صاحب فرشتہ سیرت، نہایت متقی و پرہیزگار اُس وقت حاضر تھے، اُنھوں نے متعجب ہو کر پوچھا "قبلہ" آپ روزہ نہیں رکھتے؟ ہنس کر بولے "شیطان غالب ہے۔"

(۴۴۳) مولوی امین الدین کی کتاب قاطع قاطع کا جواب مرزا نے کچھ نہ دیا، کیوں کہ اُس میں فحش اور ناشائستہ الفاظ

---

[1] مرزا صفدر علی صاحب مرحوم مرزا عسکری مرحوم کے پوتے تھے جن کا امام باڑہ ابھی تک نٹووں کے کوچے میں کھنڈر پڑا ہے۔ ۱۲

کثرت سے تھے، کسی نے کہا حضرت! آپ نے اُس کو کچھ جواب نہیں لکھا۔ مرزا نے کہا "اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو کیا تم بھی اُس کے لات مارو گے؟"

(۴۴۴) لفظِ فراز کو صاحبِ برہان اضداد میں سے گنتا ہی، اور فراز کردن کے معنے بند کرنا اور کھولنا دونوں بتایا ہی، مگر مرزا اس کو اضداد میں نہیں گنتے بلکہ اُس کے معنے صرف بند کرنے کے بتاتے ہیں اور جو اشعار مخالفوں نے سندیں پیش کیے ہیں مرزا نے انہیں اشعار سے اپنے دعوے کی تائید کی ہی، مگر چوں کہ ہندوستان کے تمام فرہنگ نگاروں نے فراز کو اضداد میں شمار کیا ہی، اس کی بابت مرزا لکھتے ہیں کہ "اس کو امرِ اجماعی قرار دینا ایسا ہی ہی جیسا کہ اہلِ شام نے خلافت یزید پر اجماع کیا تھا۔"

(۴۴۵) صاحبِ برہان کی چند عامیانہ غلطیاں اور اُس کے بیان کی بے ربطیاں ظاہر کرنے کے بعد ایک جگہ لکھتے ہیں "خدا پرستاں! از بہرِ خدا ایں عربی مفہم فارسی مداں (یعنی جامعِ برہان) نمی پرسم کہ کیست؟ می پرسم کہ چیست؟" ایک اور جگہ طیش میں آکر لکھتے ہیں "چوں شناسائی حقیقتِ جوہرِ لفظ ندارد۔"

فرہنگ چرا می نگارد؟ بوریا می یافت، رسن می تافت، ہیزم می فروخت، گلخن می افروخت۔

(۴۴۶) مرزا نے ایک فارسی رسالے کے مؤلف پر جو قاطع برہان کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو فحش و دشنام سے بھرا ہوا تھا، ازالۂ حیثیت عرفی کی نالش بھی کی تھی مگر جب کامیابی کی امید نہ رہی تو آخر کار راضی نامہ داخل کر دیا۔ اثنائے تحقیقات میں دلی کے بعض اہل علم عدالت میں اس بات کے استفسار کے لیے بلائے گئے تھے کہ جو فقرے مدعی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیے ہیں آیا فی الواقع اُن سے فحش و دشنام مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔ اُنہوں نے غریب ملزم کو سزا سے بچانے کے لیے اُن فقروں کے ایسے معنے بیان کیے جن سے ملزم پر کوئی الزام عائد نہ ہو۔ ان مولویوں کا مرزا سے ملنا جلنا تھا۔ کسی نے پوچھا حضرت! انہوں نے آپ کے برخلاف کیوں شہادت دی؟ مرزا نے اپنا فارسی کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

ہر چہ در گرگی جنس بجنس مائل نیست[1] ٭ عیار بے کسیِ من شرافتِ نسبی ست

[1] میری بے کسی کی وجہ شرافتِ نسبی ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی ہی جنس کی طرف جھکتا ہے چوں کہ شرافتِ نسبی میں کوئی میرا ہم جنس نہیں، اس لیے کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ ۱۲

(۴۴۷) مرزا کے پاس گمنام خطوں کی بھرمار تھی۔ ایک روز مرزا صاحب کھانا کھا رہے تھے مولوی **الطاف حسین حالی** بیٹھے ہوئے تھے چٹھی رساں نے آکر ایک لفافہ دیا۔ لفافے کی بے ربطی اور کاتب کے نام کی اجنبیّت سے یہ اُن کو یقین ہو گیا کہ کسی مخالف کا دیا ہی گم نام خط ہی جیسے کہ پہلے آ چکے ہیں۔ لفافہ حالی صاحب کو دیا کہ اس کو کھول کر پڑھو وہ جو دیکھتے ہیں تو سارا خط دشنام سے بھرا ہوا تھا پوچھا کس کا خط ہی اور کیا لکھا ہی؟ حالی کو اُس کے اظہار میں تامل ہوا فوراً اُن کے ہاتھ سے خط چھین کر فرمایا کہ شاید آپ کے کسی شاگردِ معنوی کا لکھا ہوا ہی۔ پھر اول سے آخر تک خط پڑھا۔ اُس میں ایک جگہ ماں کی گالی بھی لکھی تھی۔ مسکرا کر کہنے لگے کہ اس اُلّو کو گالی دینی بھی نہیں آتی۔ بڈّھے یا ادھیڑ آدمی کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں تاکہ اُس کو غیرت آئے۔ جوان کو جورو کی گالی دیتے ہیں، کیونکہ اُس کو جورو سے زیادہ تعلق ہوتا ہی۔ بچّے کو ماں کی گالی دیتے ہیں کہ وہ ماں کے برابر کسی سے مانوس نہیں ہوتا۔ یہ قرمساق جو بہتّر برس کے بڈّھے کو ماں کی گالی دیتا ہی اس سے زیادہ بے وقوف کون ہوگا؟

(۴۴۸) مروّت اور لحاظ مرزا کی طبیعت میں بدرجۂ غایت تھا، باوجودیکہ آخیر عمر میں وہ اشعار کی اصلاح دینے سے بہت گھبراتے تھے، بااین ہمہ کبھی کسی کا قصیدہ یا غزل بغیر اصلاح کے واپس نہ کرتے۔ ایک صاحب کو لکھتے ہیں "جہاں تک ہوسکا احباب کی خدمت بجالایا۔ اوراقِ شعر لیٹے لیٹے دیکھتا ہوں اور اصلاح دیتا ہوں۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف بوعلی قلندر کو بسبب کبرِ سن کے خدا نے فرض اور پیغمبر نے سُنّت معاف کر دی تھی، میں متوقع ہوں کہ میرے دوست بھی خدمتِ اصلاحِ اشعار مجھ پر معاف کریں۔

(۴۴۹) ایک دفعہ کہیں مرزا تفتہ نے لکھ دیا تھا کہ آپ نے بسبب ذوقِ سخن کے اصلاح اشعار منظور فرمائی تھی، اُس کے جواب میں لکھتے ہیں "لاحول ولا قوۃ، کس ملعون نے بسبب ذوقِ شعر کے اشعار کی اصلاح منظور رکھّی؟ اگر میں شعر سے بیزار نہ ہوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار۔ میں نے تو بطریقِ قہرِ درویش بجانِ درویش لکھا تھا، جیسے اچھّی جورو بڑے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمہارے ساتھ وہی معاملہ ہے"۔

(۴۴۹) ایک دفعہ جب رمضان گزر چکا تو قلعے میں گئے۔ بادشاہ نے پوچھا "مرزا تم نے کی روزے رکھے؟" عرض کیا "پیر و مرشد ایک نہیں رکھا"

(۴۵۰) ایک دن مرزا نواب مصطفیٰ خاں کے مکان پر ملنے کو آئے، اُن کے مکان کے آگے چھتہ بہت تاریک تھا جب چھتے سے گزر دیوان خانے کے دروازے پر پوہنچے تو وہاں نواب صاحب اُن کے لینے کو کھڑے تھے۔ مرزا نے اُن کو دیکھ کر یہ مصرع پڑہا "کہ آب چشمۂ حیواں درون تاریکی ست" جب دیوان خانے میں پوہنچے تو اُس کے دالان بسبب شرق رویہ ہونے کے دھوپ بھری ہوئی تھی۔ مرزا نے وہاں یہ مصرع پڑہا "ایں خانہ تمام آفتاب ست"

(۴۵۱) ایک صحبت میں مرزا میر تقی کی تعریف کر رہے تھے شیخ ابراہیم ذوق بھی موجود تھے۔ انہوں نے سودا کو میر پر ترجیح دی۔ مرزا نے کہا میں تو تم کو میری سمجھتا مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں۔

(۴۵۲) مولوی امام بخش صہبائی مرحوم کی رائے پنج رقعہ اور مینا بازار کی نسبت یہ تھی کہ یہ دونوں تحریریں بھی مثل سہ نثر کے ملا ظہوری کی ہیں مگر مرزا اس کے خلاف تھے۔ ایک جلسے

میں دونوں صاحب موجود تھے۔ اتفاق سے یہ ذکر چھڑ گیا۔ مرزا نے کہا قطع نظر اس کے کہ سہ نثر کی اور پنج رقعہ اور مینا بازار کی طرز میں بون بعید ہے، ظہوری کی شان سے نہیں ہے کہ وہ نثر کے ساتھ نظم نہ لکھے۔ تمام سہ نثر میں ایسا ایک صفحہ بھی مشکل سے نکلے گا جس میں نثر ہو اور نظم نہ ہو برخلاف اس کے تمام پنج رقعہ و مینا بازار میں ایک شعر کے سوا کہ وہ بھی ظہوری کا نہیں ہے، نظم کا کہیں پتہ نہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص نظم و نثر دونوں چیزوں پر برابر قدرت رکھتا ہو اُس کی نثر میں کہیں نظم نہ پائی جائے" مولانا صہبائی نے کہا "ایسے اتفاقات اکثر ہو جاتے ہیں یہ محض ایک اتفاق کی بات ہے" مرزا نے کہا "بے شک! مگر یہ اتفاق ایسا ہو گا کہ ایک شخص ہر ایک لحاظ سے نہایت سنجیدہ، شائستہ اور معقول آدمی ہے، مگر اتفاق سے کبھی کبھی کاٹ بھی کھاتا ہے" یہ سُن کر سب لوگ ہنس پڑے اور مولانا صہبائی مسکرا کر خاموش ہو رہے۔

(۴۵۳) مولوی امام بخش صہبائی ایک بڑے ذی علم بزرگ تھے مرزا نے اُن کے تخلص پر ایک مرتبہ پھبتی کہی "پیا نہیں ٹھرا بھی اور تخلص دیکھیے "صہبائی""

(۴۵۴) مکان کے جس کمرے میں مرزا دن بھر بیٹھتے اُٹھتے تھے

وہ مکان کے دروازے کی چھت پر تھا اور اُس کی ایک جانب ایک کوٹھڑی تنگ و تاریک تھی، جس کا در اس قدر چھوٹا تھا کہ کوٹھڑی میں بہت جُھک کے جانا پڑتا تھا، اُس میں ہمیشہ فرش بچھا رہتا تھا اور مرزا اکثر گرمی اور لُو کے موسم میں دس بجے سے تین چار بجے تک وہاں بیٹھتے تھے۔ ایک دن جب کہ رمضان کا مہینا اور گرمی کا موسم تھا۔ مولٰنا آزردہ ٹھیک دوپہر کے وقت مرزا سے ملنے کو چلے آئے، اُس وقت مرزا صاحب اُسی کوٹھڑی میں کسی دوست کے ساتھ چوسر یا شطرنج کھیل رہے تھے، مولٰنا بھی وہیں پہنچے اور مرزا کو رمضان کے مہینے میں چوسر کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے کہ "ہم نے حدیث میں پڑھا تھا رمضان کے مہینے میں شیطان مقیّد رہتا ہے مگر آج اس حدیث کی صحت میں پیدا ہوگیا" مرزا نے کہا "قبلہ! بالکل صحیح ہے مگر آپ کو معلوم رہے کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقیّد رہتا ہے، وہ یہی کوٹھڑی تو ہے؟"

(۴۵۵) ایک دن دیوان **فضل اللہ خاں** جرٹ میں سوار مرزا کے مکان کے پاس سے بغیر ملے نکل گئے۔ مرزا کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے ایک رقعہ دیوان جی کو لکھا، مضمون یہ "آج مجھ کو اس قدر ندامت ہوئی ہے کہ شرم کے مارے زمین میں گڑا جاتا

ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا نالایقی ہو سکتی ہے کہ آپ کبھی کبھی تو
اس طرف سے گزریں اور میں سلام کو حاضر نہ ہوں" جب یہ رقعہ
دیوان جی کے پاس پونہچا وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور اُسی
وقت گاڑی میں سوار ہو کر مرزا صاحب سے ملنے کو آئے۔

(۴۵۶) ایک روز دوپہر کا کھانا آیا اور دسترخوان بچھا۔ برتن تو
بہت تھے مگر کھانا نہایت قلیل تھا۔ مرزا نے مسکرا کر کہا "اگر
برتنوں کی کثرت پر خیال کیجیے تو میرا دسترخوان یزید کا دسترخوان
معلوم ہوتا ہے اور جو کھانے کی مقدار کو دیکھیے تو بایزید کا۔

(۴۵۷) مرزا کو آموں کا بہت شوق تھا۔ اُن کے دوست دور
دور سے عمدہ عمدہ آم بھیجتے تھے اور وہ خواہ اپنے بعض دوستوں
سے تقاضا کر کے آم منگواتے تھے۔ مرزا کے فارسی مکتوبات میں
ایک خط ہے جو غالباً کلکتے کے قیام کے زمانے میں اُنہوں نے
امام باڑہ ہگلی بندر کے متوتی صاحب کو آموں کی طلب میں لکھا
ہے، اُس میں لکھتے ہیں "نخستے شکم بندہ ام و قدرے ناتواں، ہم آرایشِ
خواں جویم وہ آسایشِ جاں۔ خردوراں دانند کہ ہیں ہر دو صفت
بہ آنبہ اندر راست۔ اہل کلکتہ بر آنند کہ قلمروِ آنبہ ہگلی بندر است۔
آرے آنبہ از ہگلی و گل از گلشن، ایثار از جناب و سپاس از من

شوق می سگالد کہ تا پایانِ موسم دو سہ بار بخاطرِ ولی نعمت خواہم گزشت۔ و آزمی نالد کہ حاشا بدیں، بہ برخورداری خورسند نخواہم گشت۔"

(۴۵۸) ایک روز بہادر شاہ بادشاہ آموں کے موسم میں چند مصاحبوں کے ساتھ جن میں مرزا بھی تھے باغِ حیات بخش مہتاب باغ میں ٹہل رہے تھے۔ آم کے پیڑ رنگ برنگ کے آموں سے لد رہے تھے۔ یہاں کا آم بادشاہ یا بیگمات کے سوا کسی کو میسّر نہیں آسکتا تھا۔ مرزا بار بار آموں کی طرف غور سے دیکھتے جاتے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا "مرزا اس قدر غور سے کیا دیکھتے ہو؟" مرزا نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "پیر و مرشد، جو کسی بزرگ نے کہا ہے۔ ؎

برسرِ ہر دانہ بنوشتہ عیاں ※ کاین فلاں ابنِ فلاں ابنِ فلاں

اس کو دیکھتا ہوں کسی دانے پر میرا اور میرے باپ دادا کا نام بھی لکھا ہے یا نہیں۔" بادشاہ مسکرائے اور اسی روز ایک بہنگی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کو بھجوائی۔

(۴۵۹) حکیم رضی الدین خاں (شفاء الملک) جو مرزا کے نہایت دوست تھے اُن کو آم نہیں بھاتے تھے، ایک دن وہ مرزا کے مکان پر برآمدے میں بیٹھے تھے اور مرزا بھی وہیں موجود تھے

ایک گدھے والا اپنے گدھے کو لئے ہوئے گلی سے گزرا، آم کے چھلکے پڑے تھے، گدھے نے سونگھ کر چھوڑ دیئے۔ حکیم صاحب نے کہا "دیکھیے، آم ایسی چیز ہے گدھا بھی نہیں کھاتا" مرزا نے کہا "بے شک گدھا نہیں کھاتا"

(۴۶۰) **نواب مصطفیٰ خاں** مرحوم ناقل تھے کہ ایک صحبت میں مولانا **فضلِ حق** اور **مرزا** اور دیگر احباب جمع تھے اور آم کی نسبت ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ اُس میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ جب سب لوگ اپنی اپنی کہہ چکے تو مولانا نے مرزا سے کہا "تم بھی اپنی رائے بیان کرو" مرزا نے کہا "بھئی میرے نزدیک تو آم میں صرف دو باتیں ہونی چاہئیں، میٹھا ہو اور بہت ہو" سب حاضرین ہنس پڑے۔

تمت بالخیر

حصہ اوّل تمام ہوا حصہ دوم ملاحظہ فرمائیے

کتبہ خاکسار محمد انوار اللہ غفرلہ

میرے والد ماجد مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کی تصانیف

نمبر سلسلہ	نام کتاب	غیر مجلد	مجلد	محصول
۱	۲	۳	۴	۵
	مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ کلام مجید اردو کا بہترین ترجمان لیا گیا ہی جس کی قریب قریب ایک لاکھ کاپیاں اب تک ہدیہ ہو چکی ہیں کلام مجید کا ترجمہ مختلف تقطیع پر چھپا ہی جس کی صراحت ذیل میں ہی:-			
۱	بڑا قرآن شریف قلم جلی کاغذ سفید عمدہ چکنا ولایتی سطور پر خانی رنگ صفحہ ۸۶۰ تقطیع ۲۹×۲۲ دو صفحہ مع فہرست مضامین فرہنگ الفاظ اردو	عـــ۵	چرمی جلد عـــ۵	۱۰/ عہ
۲	جامع المصاحف ـ متوسط قرآن تقطیع ۲۹×۲۲ چو صفحہ ۸۰۰ کاغذ سفید چکنا ولایتی سطور پر خانی رنگ با ترجمہ اردو مع فہرست مضامین فرہنگ الفاظ اردو	صمہ	عمہ	۱۴/
۳	غرائب القرآن تقطیع ۲۹×۲۲ صفحہ ۱۱۴۸ اس میں ایک طرف کلام مجید ہی صفحہ مقابل پر ترجمہ حاشیہ پر حل لغات عربی کاغذ خانی اور سفید دو قسم کا ہی. کاغذ سفید صمہ کاغذ خانی دبیز للعہ	صمہ و للعہ	۸/ صمہ ۸/	عمہ ۱/
۴	حمائل شریف ـ ترجمہ بین السطور سطور پر خانی رنگ تقطیع ۲۲×۱۶ صفحہ ۱۰۶۴ مع فہرست مضامین و فرہنگ لغات اردو سفر میں ساتھ رکھنے کے قابل	للعہ	صمہ	۸/
۵	دو سورہ فی احسن الصورۃ ـ مترجم پنج سورہ کی جگہ یہ دو سورہ ہی وظیفہ پڑھنے والوں کے لیے بہت ضروری تقطیع ۲۲×۱۶ صفحہ ۱۴۴	۱۰/	×	۳/
۶	ادعیۃ القرآن ـ قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ خواص تقطیع ۲۲×۱۶ صفحہ ۱۰۱ تمثیل سادہ ـ رنگین ـ ۱۰/ ۱۲/	۱۰/ ۱۲/	×	۳/

نمبر سلسلہ	نام کتاب	غیر مجلد	محصول
۱	۲	۳	۴
۷	الحقوق والفرائض تقطیع ۲۲×۲۹ صفحے ۱۰۲۶ مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو اس مفید کتاب کا ہونا لازم ہے حصہ اول عہ حصہ دوم۔ حصہ سوم اور پورا سٹ	۸ر	۱۴/۱
۸	اجتہاد تقطیع ۲۲×۲۹ صفحے ۱۶۶ اسلام کی حقانیت کا دلائل و براہین قاطعہ سے اثبات جو مسلمان اپنے عقیدے میں پکا ہونا چاہے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے	عہ	۵ر
۹	حیات النذیر۔ مولانا کی مفصل سوانح عمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے تقطیع ۲۲×۲۹ صفحے ۴۶۶	۳	۱۱ر
۱۰	نظم بے نظیر تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۲۰۶ مولانا کی کل نظموں کا مجموعہ مع صراحت اس امر کے کہ کہاں اور کس موقع پر پڑھی گئی۔	عہ	۵ر
۱۱، ۱۲، ۱۳	مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح یہ تینوں کتابیں اس کثرت سے مروج ہیں کہ کسی مزید تقریب کی ضرورت نہیں۔ بازار میں کثرت سے سستی قیمت پر ملتی ہیں مگر نہ خط اچھا نہ کاغذ اچھا۔ ہمارے خاص اہتمام اور نگرانی سے چھپوائی ہوئی کاغذ عمدہ۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور فٹ نوٹ میں تمام الفاظ کے معانی۔ فی جلد عہ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات علی الترتیب ۱۸۶ - ۱۵۰ - ۱۸۸	عہ	۵ر
۱۴	محصنات تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۲۱۲ تعداد ازدواج کے روح فرسا نتائج	عہ	۵ر
۱۵	ایامیٰ۔ بیواؤں کی دردناک حالت کا فوٹو تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۲۱۲	عہ	۵ر

۱۶ رویائے صادقہ۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۲۱۸ مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام سے۔ قیمت ۱۲ محصول ۵ر

۱۷ ابن الوقت تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۲۰۶ انگریزی کی اندھا دھند تقلید سے تباہ کن نتائج قیمت ۱۲ محصول ۵ر

۱۸ موعظہ حسنہ مولانا کے اصلی نصیحت آمیز خطوط اپنے فرزند کے نام تقطیع ۲۰×۲۶ صفحے ۱۷۲ قیمت عہ محصول ۵ر

۱۹ منتخب الحکایات بچوں کے لیے

نمبر سلسلہ	نام کتاب	غیر مجلد	محصول
۱	۲	۳	۴
۲۰	چند پند۔ سفید نصیحت آمیز مختلف مضامین کا مجموعہ بچوں کے لیے۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۰	۸/	۳/
۲۱	صرف صغیر۔ اردو زبان فارسی گرامر تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۴	۶/	۳/
۲۲	نصاب خسرو۔ جدید طرز کی خالق باری۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۸	۶/	۳/
۲۳	رسم الخط۔ املا نویسی کے قواعد لڑکوں کے لیے بہت ضروری تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۳۲	۶/	۳/
۲۴	مبادی الحکمۃ۔ سلیس اردو میں عربی منطق کے قواعد۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۱۳۲	۸/	۴/
۲۵	مالغینک فی الصرف۔ صرف عربی کی بہترین گرامر اردو میں تقطیع ۲۲×۲۹ صفحہ ۹۸	۱۲/	۴/
۲۶	لکچروں کا مجموعہ۔ دو جلدوں میں تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۱۱۹۱ جس میں (۴۴) لکچر ہیں۔ دونوں جلد	صہ/۸	۱۲/
۲۷	مطالب القرآن۔ قرآن شریف کی تفسیر کا پہلا حصہ جتنا لکھا جا چکا تھا چھاپ دیا گیا۔ تقطیع ۲۲×۲۹ صفحہ ۱۴۸	عہ/	۵/
۲۸	امہات الامہ۔ ازواج مطہرات کے حالات (زیر طبع)	عہ/۸	۵/

میری ناچیز تصانیف

اقبال دلہن۔ حسن معاشرت۔ اصلاح معیشت۔ لخت جگر دو حصے۔ فغان اشرف

عہ مجلد عہ ۵/ ۔ عہ مجلد عہ ۵/ ۔ عہ مجلد عہ ۵/ ۔ عہ مجلد عہ ۵/ ۔ ۸/ مجلد للعہ ۱۱/ ۔ عہ/۸ ۵/

یہ پانچوں کتابیں ۱۸×۲۲ تقطیع کی ہیں۔ مراۃ العروس کے طرز کی ہر عمر کی عورتوں کے لیے

از بس مفید ہیں نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۵ پر گورنمنٹ سے انعام بھی ملا ہے۔

نیک کرداری کی کتابیں۔ حرز طفلاں بچوں کے لیے۔ نشاط عمر جوانوں کے لیے

عصائے پیری۔ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے } عہ ۴/ عہ/۴ ۵/

شمعِ ہدایت سب کے لیے۔ بچیوں سے دو دو باتیں لڑکیوں کے لیے۔

مثنوی دردِ دل سچا اور دردناک واقعہ۔ قیمت ۸ محصول ۳ ۔ عزم بالجزم مسلمت
ارادہ پر ایک دل چسپ قصہ قیمت ۴ محصول ۳ ۔ دیوانِ بشیر مع مصنف کے فوٹو
اور (۲۲۱) دل چسپ نظموں کے قیمت ۴ مجلد ۶ ۔ ۵ ۔ انشائے بشیر
جس میں نہایت بکار آمد نثو خطوط ہیں عورتوں کے لیے قیمت ۴ مجلد ۸ محصول ۸

تاریخ بیجاپور۔ (دکن کی مکمل تاریخ) مع (۶۰) فوٹو ۳ حصّے
قیمت ۵ ۔ مجلد ۵ ۔ محصول ۱

تاریخ دہلی۔ تین حصّے۔ قدیم زمانے سے آج تک کی تاریخ قابلِ دید فوٹو
(۹) عمارتوں کے قلمی نقشے ۲۰۹ قیمت ۵ مجلد ۵ محصول ۸
لطائفِ عجیبہ حصہ اول دوم سوم فی حصہ قیمت ۔ حکایاتِ لطیفہ تین حصوں
میں فی حصہ قیمت ۔ مجموعۂ فرامینِ شاہی (زیرِ طبع) یہ شاہانِ مغلیہ کے نایاب
اور نادر فرامین کا مجموعہ ہے جس میں فرامین کے عکسی فوٹو بھی شامل ہیں۔
قیمت ۔ ۵ ۔ تمثال الامثال (زیرِ طبع) محاورات۔ مثلوں۔
پہیلیوں چیستانوں۔ دوہوں کی نہایت مشرح و مبسوط لغت دو جلدوں میں
تخمینی قیمت ۵ یا ۵

ملنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار کھاری باؤلی دہلی

نوٹ۔ جلدیں بہت خوبصورت اور نفیس سنہری چھپنے کی ہیں۔ لطائف عجیبہ اور حکایات لطیفہ کے پورا سیٹ خریدنے والوں کو فی سٹ ۴ کم